(قرآن وحدیث کی روشنی میں اسلام کے ضروری عقائد)

اللہ تعالیٰ پر ایمان
فرشتوں پر ایمان
کتابوں پر ایمان
رسولوں پر ایمان
آخرت پر ایمان
تقدیر پر ایمان

تصنیف

مفتی امانت علی مفتی امداد الحق بختیار

ایمان کیا ہے؟

□ قرآن وحدیث کی روشنی میں اسلام کے ضروری عقائد □

تصنیف

مفتی امانت علی ○ مفتی امدادالحق بختیار

ناشر

الحق اکیڈمی، فریدی منزل، پروہی، مدھوبنی، بہار (انڈیا)

EAMAAN KIA HAI

By:

Mufti Amanat ali

Mufti Imdad-ul-Haq Bakhtiar

Year of edition 2018

نام کتاب : ایمان کیا ہے؟

مصنفین : مفتی امانت علی قاسمی، استاذ حدیث وشعبۂ افتاء، دارالعلوم حیدرآباد۔

: مفتی امدادالحق بختیار قاسمی، استاذ حدیث، صدر شعبۂ عربی ادب و رئیس تحریر مجلہ عربی "الصحوۃ الاسلامیۃ" جامعہ اسلامیہ دارالعلوم حیدرآباد۔

صفحات : ایک سو بارہ (112)

ناشرین : الحق اکیڈمی، فریدی منزل، پروہی، مدھوبنی-847122 (بہار)

مرکز امانتِ علم وادب، صداقت منزل، چمپانگر، بھاگلپور، بہار، انڈیا

سن طباعت : 1439ھ مطابق 2018ء (طبع اول)

قیمت : 100 روپے

ملنے کے پتے

(۱) مفتی امانت علی قاسمی 917207326738+ (۲) مفتی امدادالحق بختیار 919032528208+

(۳) جامعہ اسلامیہ دارالعلوم حیدرآباد (۴) الحق اکیڈمی، فریدی منزل، پروہی، مدھوبنی، بہار

(۵) مرکز امانت علم وادب، صداقت منزل، چمپانگر، بھاگلپور، بہار، انڈیا (۶) مدرسہ کاشف العلوم، چمپانگر، بھاگلپور۔

فہرست کتاب

اللہ تعالیٰ پر ایمان

فرشتوں پر ایمان

کتابوں پر ایمان

رسولوں پر ایمان

آخرت پر ایمان

تقدیر پر ایمان

آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْهِ مِن رَّبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ كُلٌّ آمَنَ بِاللَّهِ وَمَلَآئِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ لاَ نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّن رُّسُلِهِ وَقَالُواْ سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ .(بقرہ: ۲۸۵)

پیش لفظ

ایمان وعقیدہ مومنانہ زندگی کا وہ بنیادی پتھر ہے جس پر اسلام کی عظیم الشان عمارت تعمیر ہوتی ہے اور اس عمارت کا استحکام و بقاء عقیدہ و ایمان کی ہی مرہون منت ہے، کسی چیز کو جاننا اور دل سے اسے اس طرح ماننا کہ اس میں کسی قسم کا شک وشبہ نہ رہے یہ عقیدہ کہلاتا ہے، عقیدہ میں کسی حقیقت کو دل سے قبول کرنا ہوتا ہے، ہر انسان عقیدہ کا پابند ہوتا ہے، چاہے وہ اسلام کے دامن میں پناہ لیتا ہو یا کسی اور مذہب پر عمل کرنے والا ہو، لیکن کسی نہ کسی حقیقت کو وہ ضرور تسلیم کرتا ہے، مومن بھی اسلامی عقائد کا پابند ہے اور انہی عقیدوں میں ایک بنیادی اور ضروری عقیدہ ایمان کا عقیدہ ہے۔

آج کا دور مادیت کا دور ہے، جہاں صرف مادی اور ظاہری چیزوں کو ہی اہمیت دی جاتی ہے، عقیدہ پر کوئی توجہ نہیں ہے، ہم مسلمان ہیں اس لئے کہ مسلمان گھر میں پیدا ہوئے ہیں، ووٹر لسٹ میں ہمارا نام مسلمان لکھا ہوا ہے، ورنہ مسلمان ہونے کا مطلب کیا ہے؟ اور مسلمان ہونے کی وجہ سے کن باتوں کو دل سے ماننا ضروری ہے اور کن باتوں کو جانے اور مانے بغیر ہم صحیح طور پر مسلمان نہیں ہوسکتے ہیں اس کی طرف کوئی توجہ نہیں ہے۔

یہ کتاب اسی پس منظر میں لکھی گئی ہے کہ ہم اسلام کے بنیادی عقائد میں سے عقیدہ ایمان کی جان کاری حاصل کریں، ایک مؤمن کے لیے کن باتوں پر ایمان لانا ضروری ہے اسے معلوم کرسکیں، اس سے ہمیں ایمان کی حلاوت وچاشنی حاصل ہوگی، ہمارا ایمان مضبوط ہوگا۔ حضرات صحابہ ایمان کے بارے میں معلومات حاصل کیا کرتے تھے، ایمان سیکھتے تھے اور پھر ان پر عمل کرتے تھے یہی ان کی ترقی اور کامیابی کا راز تھا۔

ایک مؤمن کے لیے چھ چیزوں پر ایمان لانا ضروری ہے:

(۱)	اللہ پر ایمان	(۲)	فرشتوں پر ایمان

(۳)	اللہ کی کتابوں پر ایمان	(۴)	اللہ کے رسولوں پر ایمان
(۵)	آخرت کے دن پر ایمان	(۶)	تقدیر پر ایمان

اس کتاب میں انہی ارکان ایمان کی تفصیل بیان کی گئی، اور اس سلسلے میں جو ضروری عقائد ہیں، جن کا جاننا ضروری ہے اس کو بیان کیا گیا ہے، کتاب کو حتی الامکان سہل اور عام فہم انداز میں لکھنے کی کوشش کی گئی ہے؛ تاکہ عام لوگوں کے لیے اس کا سمجھنا آسان ہو سکے اور اس کا افادہ عام ہو۔ عقائد کے سلسلے میں یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ ہر عنوان کے اخیر میں چند عقیدے مختصر انداز میں ذکر کر دیے گئے ہیں؛ تاکہ تفصیل کے بعد ان کا سمجھنا اور ان کو یاد کرنا آسان ہو سکے اور ان عقائد کے ذکر کرنے میں ''اسلامی عقائد'' نامی کتاب سے استفادہ کیا گیا ہے، جس پر محی السنۃ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحبؒ نے نظر ثانی فرمائی ہے۔

حدیث جبریل، جس کا تذکرہ آئندہ آرہا ہے، اس میں حضرت جبریل علیہ السلام نے حضور ﷺ سے ایک سوال یہ کیا تھا کہ: ''ما الإیمان'': یعنی ایمان کیا ہے؟ اس کے جواب میں آپ ﷺ نے ایمان کے ارکان کا تذکرہ فرمایا ہے، اس کتاب میں چوں کہ ارکان ایمان کا بیان ہے، اسی مناسبت سے کتاب کا نام ''ایمان کیا ہے؟'' رکھا گیا ہے۔

اخیر میں اس گزارش کے ساتھ بات ختم کی جاتی ہے کہ حتی الامکان تصحیح کی کوشش کی گئی ہے، لیکن غلطی کا ہونا انسانی خاصہ ہے اس لیے یقین ہے کہ تمام تر کوششوں کے بعد بھی اس میں غلطیاں ہیں، اس لیے اہل علم و دانش سے گزارش ہے کہ اس کتاب میں اگر کسی غلطی سے واقفیت ہو تو نشان دہی فرمائیں، اللہ تعالیٰ آپ کو اجر عظیم عطا فرمائے گا۔

اللہ تعالیٰ ہماری اس کاوش کو قبول کو فرمائے، اللہ تعالیٰ اس کتاب کو ہمارے لیے اور اس کے پڑھنے والوں کے لیے نفع بخش بنائے، آخرت میں ہمارے لیے ذخیرہ بنائے اور اس میں موجود غلطی و کوتاہی سے درگزر فرمائے۔

امانت علی قاسمی　　　　امداد الحق بختیار

۱۰/ جمادی الاخری ۱۴۳۹ھ مطابق ۲۷/ فروری ۲۰۱۸ء

ایمان کی حقیقت کیا ہے؟

اسلام کی ضروری اور بنیادی چیزیں اسلام کے ارکان کہلاتے ہیں، ان پر ہی اسلام کی پوری عمارت قائم ہے۔ یہ پانچ ہیں۔ ایک حدیث میں ہے: امام بخاریؒ نے عبد اللہ بن عمرؓ کی روایت نقل کیا ہے کہ حضور پاک ﷺ نے فرمایا: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: (۱) اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں (۲) نماز قائم کرنا (۳) زکوۃ دینا (۴) حج کرنا (۵) اور رمضان کے روزے رکھنا۔ (صحیح البخاری، باب قول النبی ﷺ بنی الاسلام علی خمس، رقم الحدیث: ۸)

ایمان کا مطلب

اسلام کی بنیادی چیزوں میں سب سے پہلی چیز ایمان ہے۔ ایمان تین باتوں کا نام ہے: **الإيمان هو إقرار باللسان وتصديق بالقلب وعمل بالأركان** کہ ایمان زبان سے اقرار کرنا، دل سے ماننا اور یقین کرنا اور جسم وبدن سے عمل کرنے کا نام ہے، اس تعریف سے معلوم ہوتا ہے کہ ماننا، اقرار کرنا اور عمل کرنا ان تین چیزوں کے مجموعہ کا نام ایمان ہے؛ لیکن علماء نے لکھا ہے کہ عمل ایمان کا نتیجہ ہے؛ بلکہ عمل یہ وہ علامت ہے جس سے کسی کے مومن ہونے کا علم ہوتا ہے، گویا ایمان کی حقیقت ماننا اور عمل کرنا ہے، امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں: **الإيمان إقرار باللسان وتصديق بالجنان والإقرار وحده لا يكون إيماناً.** (محمد بن عبد الرحمن الخميس اعتقاد الأئمة الأربعة، باب أقوال ابی حنيفة ۱/۹ ا دار العاصمة، المملكة العربية السعودية، ۱۹۹۲) کہ زبان سے اقرار اور دل سے مان لینا ایمان ہے، صرف اقرار ایمان نہیں ہے، یعنی **أشهد أن لا إله إلا الله وأشهد أن محمدا عبده ورسوله:** کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، اس کا زبان سے اقرار کرنا اور دل

سے اس کو سچا تسلیم کرنا ایمان کہلاتا ہے۔

زبان نے کہہ بھی دیا لا الہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلمان نہیں تو کچھ بھی نہیں

ایمان کے ستون

ایمان کے چھ ستون ہیں، اللہ تعالیٰ نے قرآن میں متعدد مقامات پر ایمان کے ستون اور اس کی بنیاد کو ذکر کیا ہے، قرآن کریم کی سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْهِ مِن رَّبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ كُلٌّ آمَنَ بِاللَّهِ وَمَلآئِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ .(البقرة:٢٨٥)

پیغمبر ایمان لائے اس پر جو ان کے پروردگار کی جانب سے ان پر نازل ہوا ہے اور مومنین بھی یہ سب ایمان رکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے پیغمبروں پر۔

سورہ بقرہ میں ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَـكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ وَالْمَلآئِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّيْنَ .(البقرة:١٧٧)

بلکہ اصل نیکی یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ پر، قیامت کے دن پر، فرشتوں پر، کتابوں پر اور نبیوں پر ایمان لائے۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ایمان لانا، ایمان کے ستون ہیں، ستون کے بغیر کوئی عمارت قائم نہیں رہتی ہے، اس لئے رسول بھی ایمان لائے ہیں اور تمام مومنین بھی اس پر ایمان لائے ہیں، احادیث میں بھی ایمان کے ستون اور بنیاد کی وضاحت آئی ہے، نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا گیا ایمان کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا:

الإيمان أن تومن بالله وملائكته وكتبه ورسله واليوم الآخر

وتومن بالقدر خیرہ وشرہ.(مسلم،باب معرفۃ الإیمان،حدیث نمبر:۸)

ایمان یہ ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائیں اور اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر قیامت کے دن پر اور اچھی وبری تقدیر پر۔

معلوم ہوا کہ ایمان کے کل چھ ستون ہیں۔ کسی شاعر نے کہا ہے:

یہ رفیع المرتبت ایمان کے ارکان ہیں
کرتے ہیں تسلیم انہیں جو صاحب ایمان ہیں

ہر مسلمان کو ایمان کی حقیقت سمجھنا ضروری ہے، اس لئے کہ جب تک ایمان کی حقیقت سمجھ میں نہیں آئے گی اس کی بنیاد پر حاصل ہونے والی دائمی کامیابیوں کا ادراک و احساس نہیں ہوسکتا ہے۔ ایمان ایک ایسی حقیقت ہے جس کے بغیر اخروی نجات اور جنت میں داخلہ کا کوئی امکان نہیں ہے۔ صحیح بخاری کی ایک طویل حدیث ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

قم یا فلان فأذن انہ لا یدخل الجنۃ إلا مؤمن، ان اللہ یؤید الدین بالرجل الفاجر. (بخاری حدیث ،باب غزوۃ خیبر، نمبر ۴۲۰۳)

اے فلاں اٹھو! اور اعلان کردو کہ جنت میں صرف مؤمن ہی داخل ہوگا باقی بہت سے فاسق وفاجر لوگوں سے اللہ تعالیٰ اس دین کا کام لے لیتا ہے۔

صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث ہے:

والذی نفسی بیدہ لا تدخلون الجنۃ حتی تؤمنوا.

(صحیح مسلم،باب استحقاق القاتل حدیث نمبر ۱۷۵۳)

اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے تم اس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہوسکتے جب تک ایمان نہ لے آؤ۔

مذکورہ نصوص میں صاف معلوم ہوتا ہے کہ جنت میں داخلہ کے لیے ایمان شرط و ضروری ہے، اس کے بغیر جنت میں داخلہ کا کوئی امکان نہیں ہے بلکہ بغیر ایمان کے نیک کام

کرنے کا عمل ضائع اور بے کار ہو جاتا ہے۔قرآن کریم میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

وَمَن يَكْفُرْ بِالإِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ وَهُوَ فِي الآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِيْن(مائده ۵)

جولوگ ایمان کا انکار کرتے ہیں ان کے اعمال ضائع اور اکارت ہیں اور وہ آخرت میں گھاٹے اور خسارے میں ہوں گے۔

اس لئے ضروری ہے ایمان کی حقیقت کو سمجھا جائے اور اس کے مطابق زندگی گزارنے کی سعی وکوشش کی جائے۔ایمان کی دو قسمیں ہیں ایمان مجمل اور ایمان مفصل، ایمان مجمل یہ کلمہ شہادت ہے:

اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمدا عبده و رسله .

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالی کے علاوہ کوئی عبات کے لائق نہیں اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اللہ تعالی کے بندے اور رسول ہیں۔

محض اس گواہی سے آدمی ایمان میں داخل ہو جاتا ہے،لیکن داخل ہونے کے بعد اس پر ایمان مفصل بھی لازم وضروری ہے،ایمان مفصل یہ چھ چیزوں پر ایمان لانا ہے:

آمنت بالله و ملائكته و كتبه و رسله واليوم الآخر و القدر خيره وشره.

میں ایمان لایا اللہ تعالی پر، ان کے فرشتوں پر ،ان کی کتابوں پر،ان کے رسولوں پر، آخرت کے دن پر اور اچھی بری تقدیر پر۔

یہ ایمان مفصل ہے،جس میں چھ چیزوں پر ایمان لانے کو ذکر کیا گیا ہے، یہ ایمان کے ارکان کہلاتے ہیں،بچپن میں بچوں کوکلمہ ایمان مفصل تو یاد کرادیا جاتا ہے،لیکن بڑے ہونے کے بعد بھی اس کی حقیقت اور کیفیت جاننے کی کوشش نہیں کی جاتی ہے کہ اللہ تعالی پر ایمان لانے کا مطلب کیا ہے،اس کی حقیقت کیا ہے، اس کے تقاضے کیا ہیں ،فرشتوں پر ایمان لانے کا مطلب اس کی حقیقت اور اس کیفیت کیا ہے،ان باتوں کی طرف توجہ نہیں دی جاتی ہے۔

ایمان واسلام کی بنیادی اور تفصیلی حدیث

﴿حدیث جبریل﴾

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِؓ قَالَ: بَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ إِذْ طَلَعَ عَلَيْنَا رَجُلٌ شَدِيْدُ بَيَاضِ الثِّيَابِ، شَدِيْدُ سَوَادِ الشَّعْرِ لَا يُرىٰ عَلَيْهِ أَثَرُ السَّفَرِ وَلَا يَعْرِفُهُ مِنَّا أَحَدٌ، حَتّىٰ جَلَسَ إِلىٰ النَّبِيِّ ﷺ، فَأَسْنَدَ رُكْبَتَيْهِ إِلىٰ رُكْبَتَيْهِ، وَوَضَعَ كَفَّيْهِ عَلىٰ فَخِذَيْهِ، وَقَالَ: يَا مُحمد! أَخْبِرْنِي عَنِ الْإِسلام؟ قَالَ: الإِسلامُ: أَنْ تَشْهَدَ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَأَنَّ محمدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ، وَتُقِيْمَ الصَّلاةَ، وَتُؤتِيَ الزَّكَاةَ، وَتَصُوْمَ رَمضانَ، وَتَحُجَّ الْبَيْتَ إِنِ اسْتَطَعْتَ إِلَيْهِ سَبِيْلًا، قَالَ صَدَقْتَ، فَعَجِبْنَا لَهُ يَسْأَلُهُ وَيُصَدِّقُهُ، قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنِ الْإِيمانِ؟ قَالَ: أَنْ تُؤمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلَائِكَتِهِ، وَكُتُبِهِ، وَرُسُلِهِ، وَالْيَوْمِ الآخِرِ، وَتُؤمِنَ بِالْقَدْرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ. قَالَ صَدَقْتَ. قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنِ الإِحسانِ؟ قَالَ: أَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ، قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنِ السَّاعَةِ؟ قال: مَا الْمَسْؤُوْلُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ، قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنْ أَمَارَتِهَا؟ قَالَ: أَنْ تَلِدَ الأَمَةُ رَبَّتَهَا، وَ أَنْ تَرَىٰ الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ الْعَالَةَ رِعَاءَ الشَّاءِ يَتَطَاوَلُوْنَ فِيْ الْبُنْيَانِ. قال: ثُمَّ انْطَلَقَ، فَلَبِثْتُ مَلِيًّا، ثُمَّ قَالَ لِيْ: يَا عُمر! أَتَدْرِيْ مَنِ السَّائِلُ؟ قُلْتُ: اللهُ وَرَسولُهُ أَعْلَمُ. قَالَ: فَإِنَّهُ جبريلُ، أَتَاكُمْ يُعَلِّمُكُمْ دِيْنَكُمْ.

(صيح مسلم، كتاب الإيمان، باب معرفة الإيمان.... حديث نمبر: ۸)

ترجمہ

حضرت عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ہم (صحابہ) نبی ﷺ کی مجلس مبارک میں بیٹھے ہوئے تھے، کہ اچانک ایک شخص ہمارے درمیان آیا، جس کا لباس نہایت صاف ستھرا اور سفید تھا اور جس کے بال نہایت سیاہ اور چمکدار تھے، اس شخص پر نہ تو سفر کی کوئی علامت تھی اور نہ ہی ہم میں

سے کوئی اس کو پہچانتا تھا، بہر حال وہ شخص نبی کریم ﷺ کے اتنے قریب آکر بیٹھا کہ اس نے آپ ؐ کے گھٹنوں سے اپنے گھٹنے ملا لیے اور پھر اس نے اپنے دونوں ہاتھ اپنی دونوں رانوں پر رکھ لیے، اس کے بعد اس نے سوال کیا، اے محمد! مجھے اسلام کی حقیقت بتائیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اسلام یہ ہے کہ تم گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرو، زکات دو، رمضان کے روزے رکھو اور صاحب استطاعت ہو تو حج کرو۔ اس شخص نے یہ سن کر کہا کہ آپ نے سچ فرمایا۔ حضرت عمر کہتے ہیں کہ اس پر ہمیں تعجب ہوا کہ یہ شخص آپ ﷺ سے پوچھ بھی رہا ہے اور پھر آپ ﷺ کے جواب کی تصدیق بھی کر رہا ہے (جیسے وہ یہ باتیں پہلے سے جانتا ہو) پھر اس شخص نے کہا: اے محمد! مجھے ایمان کی حقیقت بتائیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ایمان یہ ہے کہ تم اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر اور قیامت کے دن پر دل سے یقین اور ایمان رکھو اور اس بات کو دل سے مانو کہ برا بھلا جو کچھ پیش آتا ہے، وہ تقدیر کے مطابق ہے۔ اس شخص نے یہ سن کر کہا کہ آپ نے سچ فرمایا۔ پھر پوچھا کہ احسان کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ تم اللہ کی عبادت یہ سمجھ کر کرو کہ تم اللہ کو دیکھ رہے ہو اور اگر یہ نہیں محسوس کر سکتے تو یہ احساس رکھو کہ اللہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ اس نے پھر پوچھا کہ قیامت کب آئے گی؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ میں اور تم دونوں یہ بات نہیں جانتے۔ اس کے بعد اس نے کہا کہ اس کی کچھ نشانیاں ہی بتا دیں؟ تو آپ ؐ نے فرمایا: جب باندی اپنے آقا کو پیدا کرے گی اور ننگے پیر، ننگے جسم، غریب و فقیر بکریاں چرانے والوں کو تم عالیشان مکانات کی تعمیر میں فخر و غرور کی زندگی بسر کرتے دیکھو گے۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ اس کے بعد وہ شخص چلا گیا اور میں کچھ دیر بیٹھا رہا (تاکہ آپ ﷺ سے اس شخص کے بارے میں پوچھوں) لیکن آپ ﷺ نے خود ہی مجھ سے پوچھا، عمر! جانتے ہو یہ سوالات کرنے والا شخص کون تھا؟ میں نے کہا: اللہ اور اس کے رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ جبریل تھے، جو تم لوگوں کو دین سکھانے آئے تھے۔

مختصر تشریح

یہ کتاب جو آپ کے ہاتھ میں ہے، اس میں اسی حدیث کے مضامین کو تفصیل اور

ترتیب کے ساتھ بیان کیا گیا ہے؛ اس لیے یہاں اس حدیث کی بہت ہی مختصر تشریح کی جاتی ہے ؛ تا کہ حدیث کو سمجھنے میں مدد مل سکے۔

اس حدیث کو ''حدیث جبریل'' کہا جاتا ہے، کیوں کہ اس حدیث میں حضرت جبریل علیہ السلام نے نبی پاک ﷺ سے بڑے اچھے انداز میں سوالات کیے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے بڑی خوبی کے ساتھ ایمان، اسلام اور دین کی دوسری ضروری باتیں ہمارے سامنے بیان کروائی ہیں۔

ایمان اور اسلام میں فرق

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان اور اسلام میں یہ فرق ہے کہ ایمان ان باتوں کو کہا جاتا ہے، جن کا تعلق اعتقاد اور دل سے ہوتا ہے اور اسلام ان کاموں کو کہا جاتا ہے، جو انسان اپنے ظاہری اعضاء سے کرتا ہے، جیسے نماز پڑھنا وغیرہ؛ لیکن یہ بھی جاننا ضروری ہے کہ ایمان اور اسلام میں سے ہر ایک دوسرے کے لیے لازم اور ضروری ہے ایمان، اسلام کے بغیر مکمل نہیں اور اسلام، ایمان کے بغیر معتبر نہیں۔

اللہ کو ماننے کا مطلب

اللہ کو ماننے کا مطلب یہ ہے کہ اس بات کا یقین اور اعتقاد رکھنا کہ اللہ کی ذات اور صفات برحق ہیں، عبادت کے لائق صرف اسی کی ذات ہے، اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ، وہ اکیلا ہے، کوئی اس کا شریک نہیں۔

فرشتوں کو ماننے کا مطلب

اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ ایمان رکھنا کہ فرشتے بھی اللہ کی ایک مخلوق ہیں، وہ اللہ کی ہر وقت عبادت اور اس کے حکم کی فرمانبرداری کرتے ہیں۔

کتابوں کو ماننے کا مطلب

اس بات کا عقیدہ رکھنا کہ اللہ تعالی نے مختلف زمانوں میں اپنے انبیاء اور رسولوں پر جو کتابیں نازل کی ہیں، وہ سب اللہ کا کلام ہیں اور اس کی کتابیں ہیں۔

رسولوں کو ماننے کا مطلب

رسولوں پر ایمان لانے کا مطلب ہے کہ یہ اعتقاد رکھنا کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر خاتم النبیین محمد ﷺ تک تمام نبی اور رسول، اللہ تعالیٰ کے سب سے سچے، اور سب سے افضل بندے ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں نبی اور رسول بنا کر بھیجا اور انہوں نے نبوت اور رسالت کا فریضہ بخوبی انجام دیا، اللہ کا حکم اللہ کے بندوں تک پہنچانے میں کوئی کوتاہی نہیں کی اور نبی ﷺ آخری نبی ہیں، جو پوری دنیا کے لیے اور قیامت تک کے لیے نبی ہیں، اب آپ ﷺ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آئے گا۔

آخرت پر ایمان کا مطلب

آخرت سے مراد وہ زمانہ ہے، جو مرنے کے بعد سے شروع ہوگا اور قیامت کے واقع ہونے اور دوبارہ زندہ کیے جانے اور میدان حشر میں جمع ہونے، حساب وکتاب ہونے اور جنت وجہنم میں داخل ہونے تک اور پھر اس کے بعد ہمیشہ ہمیشہ رہے گا اور اس پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کو ان تمام باتوں (قبر، قیامت، دوبارہ پیدا ہونا، حشر، حساب وکتاب اور جنت و جہنم وغیرہ) کو دل سے مانا جائے اور ان میں ذرہ برابر شک وشبہ نہ کیا جائے۔

تقدیر پر ایمان کا مطلب

تقدیر پر ایمان کا مطلب یہ ہے کہ یہ ایمان رکھا جائے کہ اس دنیا میں جو کچھ بھی اچھا یا برا ہو رہا ہے اور قیامت اور اس کے بعد تک جو کچھ بھی ہوگا، سب پہلے سے اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے، اسی لکھے ہوئے کے مطابق پورا نظام چل رہا ہے۔

احسان کا مطلب

احسان کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے ہر کام میں اخلاص ہونا چاہیے اور یہ اخلاص کیسے پیدا ہوگا؟ اس کا طریقہ نبی پاک ﷺ نے بتایا ہے کہ جب ہم کوئی کام کریں تو یہ سوچ کر کریں کہ ہم اللہ کے سامنے کھڑے ہیں، اللہ کی نگرانی میں کام کر رہے ہیں، ہم اللہ کو دیکھ رہے ہیں اور اگر یہ کیفیت پیدا نہیں ہو رہی ہے تو کم از کم کام کے وقت یہ ہی احساس کریں کہ اللہ

ہمیں دیکھ رہا ہے، جیسے اگر کوئی طالب علم استاد کے سامنے کوئی کام کرے تو پورے اخلاص، توجہ اور محنت ومشقت کے ساتھ کام کرتا ہے اور اگر استاد سامنے نہ ہو تو پھر کام اس خوبی کے ساتھ نہیں ہوتا، اسی طرح ایک بندہ کوئی بھی کام اس طرح کرنا چاہیے؛ گویا وہ اللہ کے سامنے ہے۔

قیامت اور اس کی نشانیاں

حدیث میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ قیامت کب آئے گی، اس کا صحیح علم اللہ کے علاوہ کسی کو نہیں ہے، لیکن اللہ کے نبی ﷺ نے قیامت کی کچھ نشانیاں اور علامتیں بتائی ہیں، جس کا مطلب یہ ہے جب یہ نشانیاں دکھائی دینے لگیں تو سمجھ لینا چاہیے کہ دنیا کا آخری دور چل رہا ہے اور قیامت بہت قریب آچکی ہے۔ (مستفاد از: مظاہر حق جدید، جلد نمبر: ا۔)

باندی اپنے آقا کو پیدا کرے گی؟

اس کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے قریب معاشرہ میں ایسی برائی پیدا ہوگی کہ عورتوں اور مردوں کے درمیان ناجائز تعلقات ہوں گے اور ان تعلقات سے ایسی اولاد پیدا ہوگی، جنہیں نہ اپنے باپ کا پتہ ہوگا اور نہ ماں کا، اور پھر جب یہ بڑے ہوں گے تو ناواقفیت کی وجہ سے اپنی ماؤوں کو ہی نوکرانی کے طور پر اپنے گھروں میں رکھیں گے۔

ننگے پیر، ننگے جسم، غریب وفقیر بکریاں چرانے والوں کا عالیشان مکانات کا مالک ہونا

اس نشانی کا مطلب یہ ہے کہ شریف النسل، عالی خاندان اور مہذب ومعزز لوگ، غریب، بے روزگار اور پریشان حال ہو جائیں گے اور معاشرتی اور سماجی سطح پر ان کا اثر ورسوخ نہ رہے گا اور ان کے مقابلہ میں نہایت بے حیثیت، بے وقعت، تعلیمی واخلاقی طور پر پسماندہ، غیر منصفانہ سیاست وانقلاب کی بدولت حکومت واقتدار کے مالک بن جائیں گے، جھوٹ اور دھوکہ دہی کے ذریعہ مال ودولت، عالی شان مکانات اور محلات پر قابض ہو جائیں گے، خلاصہ یہ کہ شریف لوگوں کی جگہ کمتر اور ذلیل لے لیں تو سمجھ لینا چاہیے کہ اب تمام عالم پر ایک عظیم انقلاب کا وقت قریب آگیا ہے، جسے قیامت کہا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ پر ایمان

تمہید

ایمان کے ستونوں اور بنیاد میں پہلا اور سب سے ضروری ستون اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا ہے، اس کو توحید سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے، اس جگہ ''عقیدۂ توحید'' یعنی اللہ تعالیٰ پر ایمان کی مختصر وضاحت پیش کی جارہی ہے۔

توحید-اسلام کا بنیادی عقیدہ

عقیدہ توحید (ایک اللہ تعالیٰ پر ایمان) اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے۔ اسلام سب سے پہلے اس کی تعلیم دیتا ہے، اس کے بغیر کوئی مسلمان نہیں ہوسکتا ہے، جو شخص اسلام میں داخل ہونا چاہے، اس کے لئے سب سے پہلے توحید کا اقرار کرنا ضروری ہے، اسلام کی ساری عمارت اسی ''عقیدۂ توحید'' پر قائم ہے، اگر یہ نہ ہو تو اسلام کی عمارت باقی نہیں رہ سکتی ہے، قرآن واحادیث میں اس ''عقیدہ توحید'' کو مختلف مقامات پر بڑی وضاحت کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ ایک جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ. اللّٰهُ الصَّمَدُ. لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ. وَلَمْ يَكُن لَّهُ كُفُوًا أَحَدٌ. (سورہ اخلاص: ۱-۴)

اے نبی! آپ کہہ دیجئے کہ وہ اللہ ایک ہے، اللہ بے نیاز ہے نہ اس نے کسی کو جنا ہے اور نہ وہ کسی سے جنا گیا ہے، نہ کوئی اس کا ہمسر ہے۔

ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ. (البقرة: ۲۱)

اے لوگو! اپنے رب کی ہی عبادت کرو جس نے تم کو اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا تاکہ تم دوزخ سے بچ جاؤ۔

عقیدۂ توحید کی ضرورت واہمیت

اسلام میں عقیدۂ توحید کو وہی جگہ حاصل ہے، جو جسم انسانی میں دل کو حاصل ہے، اگر دل بیمار ہے تو سارا جسم بیمار ہے، اور اگر دل تندرست ہے تو سارا جسم تندرست ہے، یہی حال اسلام میں توحید کا ہے کہ توحید کے بغیر آدمی کا کوئی عمل مقبول نہیں ہے اور توحید کے ساتھ ہر غلطی کے بخشے جانے کی امید ہے، جبکہ اللہ پر ایمان کے بغیر نجات اور آخرت کی کامیابی کا کوئی راستہ نہیں ہے، قرآن نے صاف کہہ دیا ہے:

إِنَّ اللَّهَ لاَ يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَن يَشَاءُ وَمَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدِ افْتَرَى إِثْماً عَظِيماً. (النساء: ۴۸)

بے شک اللہ تعالیٰ نہیں بخشتا اس بات کو کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور اس کے علاوہ دوسرے گناہوں کو جس کو چاہے معاف کردے گا، اور جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کیا وہ بہت دور کی گمراہی میں جا پڑا۔

معلوم ہوا کہ توحید پر ہی آخرت کی نجات کا مدار ہے، احادیث میں بھی یہ مضمون بہت تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، ایک حدیث میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ ایک دیہاتی نبی کریمؐ کی خدمت میں آیا اور کہا کہ مجھے کوئی ایسا عمل بتادیجئے کہ اگر میں اس کو انجام دوں تو جنت میں داخل ہوجاؤں، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کر اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کر اور فرض نماز قائم کر اور فرض زکوٰۃ ادا کر اور رمضان کے روزے رکھ، اس شخص نے کہا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، میں اس پر نہ اپنی جانب سے زیادتی کروں گا اور نہ اس میں کمی کروں گا، اس پر اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: جسے کسی جنتی کو دیکھ کر خوش ہونا ہو، وہ اس کو دیکھ لے۔ (بخاری، باب وجوب الزکاۃ، حدیث نمبر: ۱۳۹۷، مسلم، باب بیان الإیمان الذی یدخل، حدیث نمبر: ۱۵)

اسی طرح کسی بھی نیک عمل کے قبول ہونے کے لئے اور اس پر اجروثواب کے لئے ایمان شرط ہے، سورہ نحل میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مَنْ عَمِلَ صَالِحاً مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُم بِأَحْسَنِ مَا كَانُواْ يَعْمَلُونَ. (النحل: ۹۷)

جو شخص نیک عمل کرے مرد ہو یا عورت بشرطیکہ ایمان والا ہو تو اسے ہم یقیناً بہت ہی اچھی زندگی عطا کریں گے اور ان کے نیک اعمال کا بہترین بدلہ بھی ضرور دیں گے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نیک عمل کرنے والے ہر مرد و عورت کو دنیا میں خوشحال زندگی عطا کرنے کا اور آخرت میں ان کے اعمال کا بہتر بدلہ دینے کا وعدہ فرمایا ہے، لیکن اس شرط پر کہ نیک عمل کرنے والا ایمان والا ہو، اس سے معلوم ہوا کہ دنیا و آخرت کی کامیابی و کامرانی کے لئے ایمان بنیادی حیثیت رکھتا ہے اور ایمان کے بغیر آدمی کی اللہ تعالیٰ کے یہاں کوئی حیثیت نہیں ہے۔

عقیدۂ توحید کی فضیلت

اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا انسان کا سب سے بہترین اور پسندیدہ عمل ہے، قرآن وحدیث میں اس کی بڑی فضیلت آئی ہے، اللہ پر ایمان لانا جہنم سے نجات اور چھٹکارے کا ذریعہ ہے، حضرت عبادہ بن صامتؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

من شهد أن لا إله إلا الله وأن محمداً رسول الله حرم الله عليه النار.

جس نے یہ گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں تو اس پر اللہ تعالیٰ جہنم کو حرام کر دیتا ہے۔

(مسلم، باب من لقي الله بالإيمان، حديث نمبر: ۴۸، ترمذي شريف، باب ما جاء فيمن يموت و هو يشهد، حديث نمبر: ۲۶۳۸)

اللہ تعالیٰ پر ایمان کی وجہ سے آدمی جنت میں داخل کیا جاتا ہے، حضرت ابوذر غفاریؓ سے نقل کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

ما من عبد قال لا إله إلا الله ثم مات على ذلك دخل الجنة.

جس بندے نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے پھر اسی پر اس کی موت آ گئی تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔

(صحيح البخاري، باب الثياب البيض، حديث نمبر: ۵۸۲۷، مسلم، باب من مات لا يشرك بالله، حديث نمبر: ۱۵۴)

اسی طرح یہ **کلمہ** (لا الہ الا اللہ) تمام اعمال میں سب سے زیادہ وزن دار ہوگا، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ میری امت کے ایک شخص کو قیامت کے دن سب مخلوقات کے سامنے نجات دیں گے، پس اس کے سامنے اس کے نامۂ اعمال کے ننانوے دفتر کھول دیے جائیں گے یہ دفتر اتنا بڑا ہوگا جہاں تک کہ نظر جائے گی، اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے کیا تو ان میں سے کسی کا انکار کرتا ہے کیا میرے محافظ فرشتوں نے تجھ پر ظلم کیا ہے؟ وہ عرض کرے گا نہیں اے میرے پروردگار۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ کیا تیرا کوئی عذر ہے؟ وہ کہے گا کہ نہیں اے میرے رب۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے، ہمارے پاس تیری ایک نیکی ہے اور آج تجھ پر کوئی ظلم نہیں ہوگا، پھر ایک پرچہ نکالیں گے جس میں لکھا ہوگا: أشهد أن لا إله إلا الله وأشهد أن محمداً عبده ورسوله، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ چل تو اپنے عمل کا وزن کرلے۔ وہ عرض کرے گا کہ اے رب یہ عمل ان گناہوں کے دفتر میں کیا حیثیت رکھتا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ تجھ پر ظلم نہیں کیا جائے گا پھر اس کے گناہوں کے دفتر کو ایک پلڑے میں اور یہ شہادت کی پرچی دوسرے پلڑے میں رکھی جائیگی تو وہ سارے دفتر بے وزن ہو جائیں گے اور یہ پرچی کا پلڑا بھاری ہو جائے گا۔ (سنن الترمذي، باب ما جاء فيمن يموت وهو يشهد، حديث نمبر: ۲۶۳۹)

توحید کے دلائل

توحید کی حقیقت اور اس کی ضرورت واہمیت کے بعد ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یکتا اور تنہا ہونے کو دلائل کی روشنی میں بھی دیکھا جائے، اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم

میں مختلف انداز سے اپنی وحدانیت کو ثابت کیا ہے، ہم یہاں پر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی عقلی دلیل ذکر کرتے ہیں۔

پہلی دلیل: اگر دو خدا مان لئے جائیں تو سوال یہ ہے کہ مخلوقات کو پیدا کرنے میں اگر ایک خدا ایک بات کو چاہے اور دوسرا اس کے خلاف دوسری بات کو چاہے تو کیا یہ ایک دوسرے کے خلاف اپنی منشاء کو پورا کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر یہ کہا جائے کہ وہ دو خدا ایک دوسرے کے خلاف اپنی اپنی منشاء کے مطابق نہیں کر سکتے ہیں تو اس سے ان خداؤں کا عاجز و ناقص ہونا لازم آئے گا کہ خدا ہو کر بھی اپنی منشاء کے مطابق نہیں کر سکے۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ وہ ایک دوسرے کے خلاف اپنی اپنی منشاء کے مطابق کر سکتے ہیں تو یہ بھی باطل ہے کیوں کہ اس صورت میں وہ مخلوق کیسے وجود میں آئے گی؟ جب کہ ایک خدا اس کو پیدا کرنا چاہتا ہے اور دوسرا اس کو پیدا نہیں کرنا چاہتا ہے تو وہ مخلوق آخر کس کی منشاء کے مطابق وجود میں آئے؟ اور اگر یہ کہا جائے کہ ان دو میں سے ایک کی منشاء پوری ہوگی ایک کی نہیں ہوگی تو اس صورت میں ہم کہیں گے کہ جس کی منشاء پوری ہوئی وہی خدا ہے اور جس کی پوری نہیں ہوئی وہ خدا نہیں ہے، کیوں کہ وہ عاجز اور مجبور ہے اور جو عاجز ہے وہ خدا نہیں ہو سکتا ہے، پس معلوم ہوا کہ دو خداؤں کا ہونا محال ہے۔

دوسری دلیل: اگر دو خدا ہوں تو ان میں ایک دوسرے پر غلبہ پانے کے لئے آپس میں رسہ کشی ہوتی جس کے نتیجے میں دنیا کا نظام درہم برہم ہو جاتا کیوں کہ ایک ہی مرتبے کے دو انسان کبھی کسی ایک ادارے اور نظام کے متولی اور ذمہ دار نہیں ہو سکتے ہیں ورنہ ان میں رسہ کشی اور ٹکراؤ کی بات لازمی ہے جس کی وجہ سے نظام میں خلل اور خرابی لازمی ہے۔ اسی طرح دو خداؤں کو مان لیا جائے تو یہی صورت حال لازم آئے گی، حالانکہ دنیا کی ہر شئی اپنی جگہ بہت مستحکم ہے جس کا ہم ہر وقت نظارہ کرتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دو خدا کا ہونا باطل ہے ورنہ یہ نظام کیوں کر باقی و مستحکم

رہتا،قرآن کریم میں اس دلیل کی جانب اشارہ کیا گیا ہے:

لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا. (الأنبياء: ۲۲)

اگر زمین وآسمان میں اللہ کے سوا چند خدا ہوتے تو زمین وآسمان دونوں برباد ہو جاتے۔

اللہ تعالیٰ پر ایمان کا مطلب

ایمان کی اہمیت وضرورت کے بعد اللہ تعالیٰ پر ایمان کا مطلب بیان کیا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ پر ایمان کا مطلب یہ ہے کہ یہ عقیدہ اور یقین رکھا جائے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات اور صفات میں اور اپنے کاموں اور اعمال میں تنہا اور اکیلا ہے اس کے سوا کوئی دوسرا نہ ذات کے لحاظ سے اس کا شریک ہے نہ صفات کے اعتبار سے اس کا نظیر ہے، نہ ناموں کے اعتبار سے اس کا ہمسر ہے، نہ اس کے افعال میں اس کا ساجھی ہے، بالفاظ دیگر نہ کوئی ذات اس کے جیسی ہے نہ کسی کے اوصاف وصفات اس کے مثل ہیں اور نہ کسی کے نام اور کام اس کے مشابہ ہیں، علامہ ابن حجر عسقلانی اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اعتقدت الله منفردا في ذاته وصفاته لا شبيه له ولا نظير له.

اللہ تعالیٰ کو ایک ماننے کا مطلب یہ ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کو اس کی ذات وصفات میں منفرد اور اکیلا مانتا ہوں اس کی کوئی نظیر ومثال نہیں ہے۔ (فتح الباری ۱۳/۳۴۴)

اللہ تعالیٰ کے تصور سے (کہ وہ کیسا ہے) انسانی قوت عاجز ہے، اللہ تعالیٰ کو کسی بھی چیز سے مشابہت نہیں دی جاسکتی ہے، اس کی کوئی نظیر اور مثال نہیں ہے۔

توحید کی اقسام

توحید کا لفظ (و،ح،د) سے بنا ہے، جس کا مطلب ہے ایک ہونا، اکیلا ہونا۔ عقیدہ توحید کی فضیلت واہمیت اور معنی ومفہوم کے بعد توحید کی قسمیں ذکر کی جاتی ہیں، توحید کی تین قسمیں ہیں: توحید الوہیت، توحید ربوبیت، توحید الاسماء والصفات۔ یعنی اللہ تعالیٰ کو الوہیت، ربوبیت اور اسماء وصفات میں یکتا اور ایک تسلیم کرنا، اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا کہلاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا تنہا معبود ہونا (توحید الوہیت)

الوہیت کا لفظ الہٰ سے نکلا ہے، جس کے معنی معبود کے ہیں یعنی اس بات کا

اعتراف کرنا کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی ایک ایسی ہستی ہے جو عبادت کے لائق اور پرستش کے قابل ہے اور ہر قسم کی عبادتیں خواہ اس کا تعلق جسم سے ہو یا دل سے ہو اسی طرح خواہ اس کا تعلق زبان سے ہو یا عمل سے تمام عبادتوں کا مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہے اس کا اقرار کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ تمام چیزوں کی عبادت سے انکار کردیا جائے یعنی یہ کہ صرف ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جائے، صرف اسی کو سچا اور برحق معبود تسلیم کیا جائے، اسی کی پرستش کی جائے، صرف اسی سے مدد طلب کی جائے، صرف اسی پر بھروسہ کیا جائے اور پوری کائنات میں صرف اس کی خدائی پر ایمان رکھا جائے یہی ''توحید الوہیت'' ہے یعنی ایک اللہ تعالیٰ کے معبود ہونے کو تسلیم کرنا جس کا مطالبہ ہر نبی نے اپنی قوم سے کیا ہے، قرآن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلٰهٍ غَيْرُهُ. (ھود: ۸۴)

اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَقَضٰى رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ. (الاسراء: ۲۳)

اور تمہارے پروردگار نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت مت کرو۔

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا. (النساء: ۳۶)

اور اللہ ہی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ۔

احادیث میں بھی آپ ﷺ نے توحید الوہیت کی دعوت دی ہے، بخاری کی روایت ہے: آپ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل ؓ کو جب یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو فرمایا:

اے معاذ! تم اہل کتاب کے ایک گروہ کے پاس جا رہے ہو انہیں سب سے پہلے اللہ کی وحدانیت کی طرف دعوت دینا، جب لوگ اسے اچھی طرح سمجھ لیں تو ان سے کہنا کہ اللہ نے دن و رات میں پانچ وقت کی نمازیں فرض کی ہیں جب وہ نمازوں پر کاربند ہو جائیں تو انہیں بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے مالداروں سے لے کر انہیں کے غریبوں میں تقسیم کی

جائے گی جب وہ یہ بھی تسلیم کرلیں تو ان سے زکوۃ وصول کرنا اور یاد رکھو لوگوں کے مالوں میں جو سب سے اچھا ہو اس سے پرہیز کرنا۔

(صحیح البخاري، باب وجوب الزكاة، حديث نمبر: ۱۳۹۵)

شرک

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو اپنا معبودِ حقیقی تسلیم کرنا توحید ہے اور ایک اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو عبادت میں شریک ٹھہرانا۔ اسی طرح کسی دوسرے سے ویسی ہی محبت کرنا جیسے کہ اللہ تعالیٰ سے محبت کی جاتی ہے، اس سے اسی طرح ڈرنا جس طرح اللہ تعالیٰ سے ڈرا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کی مرضی کو ٹھکرا کر اس کی مرضی پر عمل کرنا، اس سے خوف و امید رکھنا یہ شرک ہے، اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ نفرت اس شخص سے ہے جو اللہ تعالیٰ کی الوہیت و عبادت میں کسی کو شریک کرتا ہے۔ ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ کبھی معاف نہیں کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَاءُ ۚ وَمَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدِ افْتَرَىٰ إِثْمًا عَظِيمًا. (النساء: ۴۸)

بے شک اللہ تعالیٰ اس گناہ کو نہیں بخشے گا کہ کسی کو اس کا شریک بنا جائے اور اس کے سوا (اور گناہ) جس کو چاہے بخش دے گا، اور جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کیا اس نے بڑا بہتان باندھا۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

فإن حق الله تعالىٰ على العباد أن يعبدوه ولا يشركوا به شيئا وحق العباد على الله أن لا يعذب من لا يشرك به شيئا.

(بخاری، کتاب الجهاد، حديث نمبر: ۲۸۵۶)

اللہ تعالیٰ کا حق بندے پر یہ ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور بندوں کا حق اللہ تعالیٰ پر یہ ہے کہ جو بندے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک نہیں ٹھہراتے اللہ انہیں عذاب نہ دے۔

اللہ کے ساتھ کسی کو عبادت میں شریک کرنے سے انسان دین سے مکمل طور پر خارج ہو جاتا ہے چاہے وہ اپنے شرک کا اعلان کرے جیسا کہ کفار مکہ نے کیا تھا یا پھر شرک کو اپنے اندر چھپائے رکھے جیسا کہ منافقین کا طریقہ تھا جو دھوکہ دے کر دین کا اظہار کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک شرک سے بڑا کوئی گناہ نہیں اور توحید سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی پسندیدہ عمل نہیں ہے، اسی لئے صحیح حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ سے پوچھا گیا أي الأعمال أفضل؟ قال: إيمان با لله و رسوله. اعمال میں کونسا عمل بہتر ہے؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر ایمان لانا۔

(صحيح البخاري، باب فضل الحج المبرور، حديث نمبر: ۱۵۱۹)

ایک اللہ تعالیٰ کو پالنے والا ماننا (توحید ربوبیت)

توحید کی دوسری قسم توحید ربوبیت ہے، اللہ تعالیٰ کی ربوبیت پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اس بات کا عقیدہ رکھا جائے کہ اللہ تعالیٰ ہی، ہر چیز کا رب اور خالق ہے اس کے علاوہ کوئی اور نہیں، وہی سب کو روزی دیتا ہے، کھیتیاں وہی اُگاتا ہے، بارش وہی برساتا ہے، ہوائیں وہی چلاتا ہے، وہی مارتا اور جلاتا ہے، وہی اٹھاتا اور گراتا ہے، زمین وآسمان اس کے ہیں، چاند وسورج اور رات ودن کا نظام اس کے اشارے سے قائم ہے، موت وزندگی اسی کے قبضے میں ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں توحید ربوبیت کو مختلف مقامات پر واضح کیا ہے، سورۂ آل عمران میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلِ اللَّهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَن تَشَاءُ وَتَنزِعُ الْمُلْكَ مِمَّن تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَن تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَن تَشَاءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ. تُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُولِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَتَرْزُقُ مَن تَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ. (آل عمران: ۲۶،۲۷)

آپ کہہ دیجئے اے اللہ! اے سلطنت کے مالک! تو ہی جس کو چاہتا ہے حکومت دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ذلیل کرتا ہے، تیرے ہی قبضہ میں تمام خیر ہے بلاشبہ تو ہی ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے، تو ہی رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور تو ہی زندہ سے مردہ کو نکالتا ہے اور مردہ سے زندہ کو نکالتا ہے اور تو ہی جسے چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

أَمَّن يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَمَن يَرْزُقُكُم مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أَإِلَٰهٌ مَّعَ اللَّهِ قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ. (النمل: ۶۴)

بھلا کون ہے جو از سرِ نو پیدا کرتا ہے، پھر اس کو دوبارہ پیدا کرتا ہے، اور کون ہے جو تم کو زمین و آسمان سے رزق دیتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم سچے ہو تو دلیل لاؤ؟

توحید ربوبیت پر ایمان کے ساتھ توحید الوہیت پر بھی ایمان لانا ضروری ہے، اگر کوئی اللہ تعالیٰ کو خالق و مالک تو تسلیم کرتا ہے؛ لیکن اللہ تعالیٰ کے ساتھ عبادت میں کسی کو شریک کرتا ہے تو وہ مومن نہیں ہے۔ کفار مکہ اللہ تعالیٰ کے رب اور پالنہار ہونے کا اقرار کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کے اعتراف کا ذکر قرآن میں کیا ہے:

وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ فَأَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ. (العنکبوت: ۶۱)

اگر آپ ان سے دریافت کریں کہ آسمان و زمین کا خالق کون ہے اور سورج و چاند کو کام میں لگانے والا کون ہے؟ تو ان کا جواب یہی ہوگا کہ اللہ تعالیٰ۔ پھر وہ کدھر الٹے جارہے ہیں؟

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُل لِّمَنِ الْأَرْضُ وَمَن فِيهَا إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ . سَيَقُولُونَ لِلَّهِ قُلْ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ. (المومنون: ۸۴،۸۵)

پوچھئے تو سہی کہ زمین اور اس کی تمام چیزیں کن کی ہیں؟ بتاؤ اگر جانتے ہو؟ فوراً جواب دیں گے کہ اللہ تعالیٰ۔ پھر تم نصیحت کیوں حاصل نہیں کرتے؟

معلوم ہوا کہ مشرکین مکہ اللہ تعالیٰ کے خالق و مالک ہونے کا اعتراف کرتے تھے، لیکن اللہ تعالیٰ کو تنہا معبود تسلیم نہیں کرتے تھے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے انہیں مشرک کہا، اس سے واضح ہوگیا کہ توحید ربوبیت کے ساتھ توحید الوہیت بھی ضروری ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ توحید ربوبیت اور توحید الوہیت دونوں ایک دوسرے کے لئے ضروری ہیں، اگر کوئی شخص اس بات کو مانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی تنہا سارے جہان کا پالنے والا ہے، وہی ساری کائنات کا خالق و مالک ہے وہی سب کا رازق و حافظ ہے، وہی اس کارخانہ قدرت کا بنانے والا اور چلانے والا ہے، تو یقیناً اس بات کا اعتراف کرنا پڑے گا کہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی معبود ہے، وہی لائق عبادت اور قابل پرستش ہے، کیوں کہ عقل اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ عبادت اسی کے لئے سزاوار ہے جس نے ان ساری مخلوقات کو پیدا کیا اور وہ ان کا مالک و رازق، ان کا رب و مربی، ان کا محسن و ناصر، ان کا حاجت روا اور مشکل کشا ہے۔ اور یہ بات عقل کے بالکل خلاف ہے کہ خالق و مالک، رزق دینے والا اور دنیا کا نظام چلانے والا کسی اور کو مانا جائے، اور عبادت کسی اور کے لئے کی جائے اور عبادت میں اس کے ساتھ کسی اور کا حق وحصہ مانا جائے، چنانچہ قرآن کریم میں جگہ جگہ توحید ربوبیت سے توحید الوہیت پر استدلال کیا گیا ہے، ایک جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ مَا مِن شَفِيعٍ إِلَّا مِن بَعْدِ إِذْنِهِ ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ. (یونس: ۳)

بلاشبہ تمہارا رب اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو چھ دن میں پیدا کیا،

پھر عرش پر مستوی ہوا، تمام امور کو انجام دیتا ہے، کوئی سفارش کرنے والا نہیں مگر اس کی اجازت کے بعد، وہی اللہ تمہارا رب ہے بس تم اسی کی عبادت کرو کیا تم نصیحت نہ پکڑو گے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے پہلے اپنے رب اور مالک ہونے کو بتلایا پھر اس پر اپنے معبود ہونے کا اظہار کیا کہ جب وہی آسمانوں اور زمینوں کا خالق اور مالک ہے تو وہی عبادت کا مستحق بھی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا اپنے ناموں اور صفات میں تنہا ہونا (توحید اسماء وصفات)

توحید کی تیسری قسم ''توحید الاسماء والصفات'' ہے۔ توحید اسماء یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جو مختلف نام ہیں ایک مومن ان ناموں کی معرفت رکھے اور یہ نام صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں اس لئے انہی ناموں سے اللہ تعالیٰ کو پکارے اور اس کا اعتقاد رکھے کہ اللہ تعالیٰ تمام اسمائے حسنیٰ (اچھے ناموں) کے ساتھ متصف ہیں، بعض نام تو قرآن میں مذکور ہیں اور بعض احادیث میں ہیں اور کچھ وہ نام ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہم کو نہیں بتائے ہیں، صرف اسی کے علم میں ہیں، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ اپنی دعا میں فرماتے ہیں:

اللھم إني أسئلک بکل اسم ھو لک سمیت به نفسک أو علمته أحدا من خلقک أو أنزلته في کتابک أو استاثرت به في علم الغیب عندک. (مسند أحمد، مسند عبد الله بن مسعود، رقم: ۳۷۱۲)

اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں ہر اس نام کے ذریعہ جو تیرے لئے خاص ہے جس سے تو نے اپنے آپ کو متصف کیا ہے یا تو نے اسے اپنی کتاب میں اتارا ہے یا تو نے اسے اپنی مخلوقات میں سے کسی کو سکھایا ہے یا تو نے اسے اپنے لئے اپنے علم میں خاص اپنی ذات تک محفوظ و مخصوص کر رکھا ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مختلف ناموں کا تذکرہ کیا ہے، ایک جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ أَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ أَيًّا مَّا تَدْعُوا فَلَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنٰى. (الاسراء: ۱۱۰)

آپ کہہ دیجئے کہ اللہ کو اللہ کہہ کر پکارو یا رحمن کہہ کر جس نام سے پکارو تمام اچھے نام اسی کے ہیں۔

ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلِلّٰهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوهُ بِهَا. (الأعراف: ۱۸۰)

اور اچھے اچھے نام اللہ ہی کے لئے ہیں سو ان ناموں سے اللہ ہی کو موسوم کیا کرو۔

اللہ تعالیٰ کے ان ناموں کی تعداد (۹۹) ہے، حدیث میں ہے:

إن لله تسعة وتسعين اسما مائة إلا واحدًا من أحصاها دخل الجنة. (صحيح البخاري، باب ما يجوز من الاشتراط، رقم: ۲۷۳۶)

اللہ تعالیٰ کے ننانوے یعنی ایک کم سو نام ہیں، جو انہیں سمجھ بوجھ کر شمار کرتا ہے وہ جنت کا حقدار ہے۔

اللہ تعالیٰ کی صفات

ایک مسلمان پر اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرح اللہ تعالیٰ کی صفات پر بھی ایمان لانا ضروری ہے، اللہ تعالیٰ کی یہ صفات اس کے ناموں کی طرح انتہائی بلند اور پاکیزہ ہیں، جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات ازلی اور ابدی ہے، اسی طرح اس کی صفتیں بھی ازلی اور ابدی ہیں، یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے ابتداء اور آغاز نہیں ہے اسی طرح اس کی صفات کے لئے بھی ابتداء اور آغاز نہیں ہے اور جس طرح اس کی ذات کے لئے انجام اور خاتمہ نہیں ایسے ہی اس کی صفات کے لئے بھی انجام اور خاتمہ نہیں ہے۔

ذاتی صفات

اللہ تعالیٰ کی ذاتی صفات آٹھ ہیں:

(۱) حیات:- حیات، زندگی کو کہتے ہیں اور زندہ رہنا اس کی ذاتی صفت ہے

''الحی'' ذات پاک ہمیشہ سے زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گی۔

(۲) علم:- علم کا مطلب ہے جاننا، خدا تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے کوئی چھوٹی بڑی چیز اس کے علم سے باہر نہیں ہے، قرآن میں ہے:

اعْلَمُوْا أَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْم. (البقرة: ۲۳۱)

یقین جانو کہ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کا علم ہے۔

(۳) کلام: کلام کے معنی ہیں بولنا، بات کرنا، مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کلام کرنے والا ہے، لیکن وہ مخلوق کے مانند کلام نہیں کرتا اور نہ ہی مخلوق کے کلام کی طرح اس کا کلام مخلوق ہے؛ بلکہ کلام اللہ تعالیٰ کی ذاتی صفت ہے۔

(۴) قدرت: قدرت طاقت کو کہتے ہیں۔ اس صفت کا مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی ذات ازل سے ہر چیز پر قادر ہے، اس کی صفتِ قدرت، بادشاہ کو فقیر اور فقیر کو بادشاہ بنا سکتی ہے، وہ ذات پاک ہر چیز پر قادر ہے کسی امر سے عاجز اور مجبور نہیں ہے۔

(۵) سمع: سمع سننے کو کہتے ہیں ذات برحق ہر چیز کی آواز کو سننے والی ہے، زمین کی پاتال میں چیونٹی کے پاؤں کی آواز کو بھی اسی طرح سنتا ہے جس طرح کسی بلند آواز کو سنتا ہے، سمع یعنی سننا اللہ تعالیٰ کی ذاتی صفت ہے۔

(۶) ارادہ: ارادہ کا مطلب چاہنا ہے، اللہ تعالیٰ جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس کو اس وقت کر لیتا ہے، کوئی چیز اس کی مرضی اور ارادہ کو روک نہیں سکتی ہے، اللہ تعالیٰ کے ارادہ کرتے ہی وہ چیز وجود میں آجاتی ہے۔

(۷) بصر: وہ بصیر ہے، دیکھنے والا ہے، آسمان وزمین کی ہر چیز اس کی نظر میں ہے، روشنی اور تاریکی اندھیرے اور اجالے اور دور ونزدیک سے ہر چیز کو برابر دیکھتا ہے اس پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔

(۸) تکوین: تکوین پیدا کرنے کو کہتے ہیں، خدا تعالیٰ نے تمام چیزوں کو بغیر

اسباب اور مادے سے پیدا کیا ہے، قرآن میں ہے:

إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ. (یٰسین: ۸۲)

اس کی تو شان یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو بس اتنا ہی کہتا ہے کہ ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے۔

یہ صفت تکوین ہے، جب سے اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اس وقت سے یہ صفت اس کے ساتھ ہے، خدا تعالیٰ کی یہ آٹھوں صفتیں ذاتی ہیں، خدا تعالیٰ سے یہ صفتیں علیحدہ نہیں ہو سکتی ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرح ان صفات پر بھی ایمان لانا ضروری ہے۔

خلاصہ

الغرض توحید کا مسئلہ عقلی و نقلی دونوں طریقوں سے ثابت ہے اور تمام ملتوں اور مذہبوں میں توحید کا تصور اور عقیدہ پایا جاتا ہے، اگر چہ ان ملتوں نے اپنی کتابوں اور اپنے عقیدے میں تحریف و تبدیلی کر کے اس کو اپنی اصل صورت پر باقی نہیں رکھا؛ لیکن اسلام کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ اس میں خالص توحید یعنی صرف ایک اللہ پر ایمان اور اسی کو اپنا معبود حقیقی تسلیم کرنے کا کامل تصور پایا جاتا ہے، توحید اپنی اس حقیقت کے ساتھ کسی اور مذہب میں موجود نہیں ہے، اسی وجہ سے قرآن کریم میں اللہ رب العزت نے اسلام ہی کو یہ اعزاز بخشا کہ دیگر ادیان کے مقابلے میں اسلام کے کامل و مکمل ہونے کا اعلان کیا۔

الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا. (المائدۃ: ۳)

آج کے دن میں نے تمہارے لئے دین کو مکمل کر دیا اور میں نے تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور میں نے تمہارے لئے اسلام کو دین کے طور پر اختیار کرنے کے لئے پسند کر لیا۔

اسلام ایک مکمل دین ہے اور اس کے مکمل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں تمام خوبیوں کے ساتھ خالص توحید کا عقیدہ ہے یعنی یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات و صفات میں تنہا ہے، اس کی کوئی نظیر نہیں، اس کے کوئی مشابہ نہیں، وہ تنہا اس کائنات کا خالق و مالک ہے اور

نظام کائنات کے چلانے میں تنہا ہے، وہ کسی کا محتاج نہیں سب اس کے محتاج ہیں، وہ بے عیب ہے اور کائنات کی تمام چیزوں سے باخبر اور تمام چیزوں پر قادر ہے، کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں، وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا، اس کی ابتداء اور انتہا نہیں۔ وہی صرف اور صرف عبادت کے لائق ہے اس کے علاوہ کوئی عبادت کا مستحق نہیں، ہر مسلمان کا یہ عقیدہ ہے، اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا کہلاتا ہے اس کے بغیر کسی کا ایمان مکمل نہیں اور نہ ہی اس کے بغیر کسی کی نجات ہو سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ پر ایمان سے متعلق چند ضروری عقائد

﴿ عقیدہ ﴾ اللہ ایک ہے اور یکتا ہے، اللہ بے نیاز ہے، وہ کسی کا محتاج نہیں، نہ اس نے کسی کو جنا ہے اور نہ وہ کسی سے جنا گیا ہے اور کوئی اس کے برابر نہیں۔

﴿ عقیدہ ﴾ اللہ تعالیٰ زندہ ہے، وہ ہر چیز کو جانتا ہے، ہر چیز پر اس کی قدرت ہے، وہ سب کچھ دیکھتا ہے، سنتا ہے، کلام فرماتا ہے، وہ جو چاہے کرتا ہے اور ہر چیز کو وہی وجود دینے والا ہے

﴿ عقیدہ ﴾ اللہ تعالیٰ ہی نے آسمان، چاند، سورج، ستارے، زمین، دریا، پہاڑ، درخت، جانور، جنات، انسان، اور فرشتے غرض تمام چیزوں کو پیدا کیا ہے۔ پہلے کچھ نہ تھا اسی کے پیدا کرنے سے تمام دنیا موجود ہوئی۔ وہی سب کا پالنے والا ہے اور سب کا مالک ہے۔

﴿ عقیدہ ﴾ اللہ تعالیٰ ہی عبادت اور پوجنے کے لائق ہے، اپنے بندوں پر مہربان ہے، بادشاہ ہے، عزت دینے والا ہے بڑائی اور قوت والا ہے، ہدایت دینے والا ہے، انعام دینے والا، سزا دینے والا ہے اور انصاف والا ہے۔

﴿ عقیدہ ﴾ اللہ تعالیٰ ہی گناہوں کا بخشنے والا، توبہ قبول کرنے والا ہے، روزی پہنچانے والا، عزت و ذلت دینے والا ہے دعا قبول کرنے والا اور آفتوں سے بچانے والا ہے، زندگی اور موت دینے والا ہے۔

﴿ عقیدہ ﴾ اللہ کو کبھی موت نہیں آئے گی، آسمان و زمین میں کوئی ذرہ اس کے علم سے

چھپا ہوا نہیں ہے، کوئی چیز اس کی قدرت سے باہر نہیں ہے، نہ وہ سوتا ہے نہ اونگھتا ہے، وہ تمام عالم کی حفاظت سے تھکتا نہیں ہے، نہ اس کی کوئی ابتداء ہے نہ انتہاء ہے، اس میں کوئی عیب اور برائی کی صفت نہیں ہے۔

❁ عقیدہ ❁ اللہ کا کوئی ساجھی نہیں، کوئی اس کے برابر اور مقابل نہیں، کوئی اس کا مدد گار نہیں، نہ اس کا باپ ہے نہ بیٹا، نہ بیٹی نہ بیوی، وہ ان تمام رشتوں سے پاک ہے اس کو کسی نے پیدا نہیں کیا نہ وہ بھولتا ہے اور نہ غلطی کرتا ہے، وہ ظلم وزیادتی نہیں کرتا اور وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

❁ عقیدہ ❁ اللہ تعالی کی ذات کی حقیقت اور اس کی باریکی کو کوئی نہیں جانتا ہے، دنیا میں جاگتی ہوئی آنکھوں سے اس کو کسی نے نہیں دیکھا ہے اور نہ دیکھ سکتا ہے، اس کی نشانیوں اور صفتوں سے سب اسے پہچانتے ہیں۔

❁ عقیدہ ❁ اللہ تعالی کے ذمہ کوئی چیز واجب اور ضروری نہیں ہے وہ جو کچھ کرے مہربانی اور اس کا فضل ہے وہ کسی کام کے لیے مجبور نہیں ہے، وہ جو کچھ کرتا ہے اپنے اختیار اور ارادہ سے کرتا ہے اور اس سے کوئی پوچھ کرنے والا نہیں ہے۔

❁ عقیدہ ❁ اللہ تعالی ہی بندوں کا اور ان کے تمام اعمال کا پیدا کرنے والا ہے، اسی نے ان کو سمجھ اور ارادہ دیا ہے جس سے گناہ اور ثواب کے کام وہ اپنے ارادہ سے کرتا ہے ، بندوں کو کسی کام کے پیدا کرنے کی قدرت نہیں ہے۔

فرشتوں پر ایمان

تمہید

ایمان کا ایک لازمی حصہ یہ ہے کہ اللہ تعالی پر ایمان کے ساتھ ساتھ فرشتوں پر بھی ایمان لایا جائے، جس کے بغیر ایمان درست اور معتبر نہیں ہے، فرشتوں پر ایمان لانا ایمان کے چھ ارکان میں سے دوسرا رکن ہے۔ اہل علم کا اس پر اجماع ہے کہ فرشتوں پر ایمان لانا ضروری ہے، اگر کوئی شخص ان کے وجود کا یا ان میں سے بعض کے وجود کا انکار کرے تو وہ مومن نہیں ہے۔

فرشتوں پر ایمان کا مطلب

فرشتوں پر ایمان کا مطلب ہے کہ اس بات کا عقیدہ رکھا جائے کہ فرشتے اللہ تعالی کی مخلوق ہیں، جن کو اللہ تعالی نے نور سے پیدا کیا ہے، وہ نہ مذکر ہیں، نہ مؤنث، نہ کھاتے ہیں اور نہ ہی پیتے ہیں، شادی بیاہ نہیں کرتے، ان میں توالد وتناسل کا سلسلہ نہیں چلتا ہے، بشری ضرورتوں سے پاک ہیں، وہ ہر وقت اللہ تعالی کی عبادت واطاعت میں لگے رہتے ہیں، نہ تھکتے ہیں اور نہ ہی اکتاتے ہیں، وہ اللہ تعالی کی ذرہ برابر نافرمانی نہیں کرتے ،ان کے اعمال لکھے نہیں جاتے، اس لئے کہ وہ خود لکھتے ہیں، ان کا حساب نہیں ہوگا اس لئے کہ وہ حساب لیتے ہیں، ان کے اعمال تولے نہیں جاتے ان لئے کہ وہ صرف نیکی کرتے ہیں، کوئی گناہ نہیں کرتے، بندوں میں اور فرشتوں میں یہی فرق ہے کہ انسان نیکی اور برائی دونوں کرتا ہے، جبکہ فرشتے صرف نیکی کرتے ہیں، برائی کا ان سے صدور نہیں ہوتا ہے، ان کی صحیح تعداد کا علم اللہ کے علاوہ کسی کو نہیں ہے۔ فرشتوں پر ایمان لانا، ایمان کے لئے ضروری ہے، اس کے بغیر ایمان معتبر نہیں ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْهِ مِن رَّبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ كُلٌّ آمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلاَئِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ .(البقرة:۲۸۵)

پیغمبر ایمان لائے اس پر جو ان کے پروردگار کی جانب سے ان پر نازل ہوا ہے اور مومنین بھی، یہ سب ایمان رکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے پیغمبروں پر۔

سورۃ نساء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ومن يكفر بالله و ملائكته و كتبه و رسله و اليوم الآخر فقد ضل ضلالا بعيدا(النساء۱۳۶)

جو انکار کرے اللہ تعالیٰ کا اور فرشتوں کا اور ان کی کتابوں کا اور ان کے رسولوں کا اور قیامت کے دن کا تو وہ بہت بڑی گمراہی میں جا گرا۔

سورہ بقرہ میں ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَـٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ وَالْمَلاَئِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّيْنَ .(البقرة:۱۷۷)

بلکہ اصل نیکی یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ پر، قیامت کے دن پر، فرشتوں پر، کتابوں پر اور نبیوں پر ایمان لائے۔

فرشتوں پر ایمان کن باتوں کو شامل ہے

فرشتوں پر ایمان چار باتوں کو شامل ہے (۱) فرشتوں کے وجود پر ایمان (۲) جن فرشتوں کے نام ہمیں معلوم ہیں ان پر مفصل اور جن کے نام ہمیں معلوم نہیں ہیں ان سب پر اجمالاً ایمان لانا (۳) فرشتوں کے جن صفات کا ہمیں علم ہے، ان پر ایمان لانا جیسا کہ حضرت جبرئیل کی صفت کے متعلق آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے جبرئیل کو ان کی اصلی صورت میں دیکھا ان کے چھ سو پر تھے اور انہوں نے افق کو گھیر رکھا تھا (مسند احمد، مسند عبداللہ

بن مسعود،حدیث نمبر ۳۷۴۸)(۴) فرشتوں کے اعمال پر ایمان لانا جس کی تفصیل آئندہ صفحات میں پیش کی جائے گی۔

فرشتوں کے وجود پر ایمان

فرشتے اللہ تعالی کی مخلوق ہیں،جس طرح انسان و جنات اللہ تعالی کی مخلوق ہیں ان کا وجود حقیقی ہے، یہ کوئی صفت اور عرض نہیں ہیں؛ بلکہ جس طرح انسان کا وجود حقیقی ہے اسی طرح ان کا وجود بھی حقیقی ہے اور ہمارا ان کو نہ دیکھ سکنا ان کے نہ ہونے کی دلیل نہیں ہے، کائنات میں بہت سی عجیب وغریب مخلوق ہیں، جنہیں ہم نے نہیں دیکھا ہے۔آپ ﷺ اور حضرات صحابہ نے فرشتوں کو انسانی صورت میں دیکھا ہے، حضرت سعد بیان کرتے ہیں: میں نے جنگ احد میں آپ ﷺ کے دائیں اور بائیں دو آدمی دیکھے جو سفید رنگ کا لباس پہنے ہوئے تھے، میں نے نہ اس سے پہلے ان کو دیکھا تھا اور نہ بعد میں دیکھا یعنی حضرت جبرئیل اور حضرت میکائیل (بخاری شریف، حدیث نمبر: ۵۸۲۶) بخاری کی ایک دوسری حدیث سے بھی فرشتوں کا وجود ثابت ہوتا ہے۔

> عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ ﷺ قال یتعاقبون فیکم ملائکۃ باللیل و ملائکۃ بالنھار و یجتمعون فی صلاۃ الفجر و صلاۃ العصر (بخاری،باب فضل صلاۃ العصر حدیث نمبر ۵۵۵)
>
> حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا: رات کے فرشتے اور دن کے فرشتے تم میں آتے ہیں اور فجر کی نماز اور عصر کی نماز میں جمع ہوتے ہیں۔

فرشتے زندہ ہیں اور کلام کرتے ہیں، اللہ تعالی نے جب حضرت انسان کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو فرشتوں سے اس کا اظہار فرمایا، فرشتوں نے کہا: کیا آپ ایسی مخلوق پیدا کریں گے جو زمین میں فساد مچائے اور خون بہائے جبکہ ہم آپ کی تسبیح وتقدیس کے لئے موجود ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ فرشتے بات کرتے ہیں۔

فرشتوں کے ناموں پر ایمان

فرشتوں کے ناموں پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ جن فرشتوں کے نام قرآن وحدیث میں صراحت کے ساتھ مذکور ہیں ان پر تفصیلاً ایمان لانا یعنی ان کے ناموں کے ساتھ ایمان لانا اور جن کے ناموں کی صراحت نہیں ہے ان پر اجمالاً ایمان لانا یعنی کہ اللہ تعالیٰ کے جتنے فرشتے ہیں ان تمام پر ایمان لانا ضروری ہے۔ جس طرح تمام انبیاء پر ایمان لانا ضروری ہے۔ جن فرشتوں کے ناموں کی صراحت آئی ہے، وہ بہت تھوڑے ہیں جن میں مشہور چار فرشتے ہیں (۱) حضرت جبرئیل (۲) حضرت میکائیل (۳) حضرت اسرافیل (۴) حضرت عزرائیل اس کے علاوہ اور بھی فرشتوں کے نام بیان کیے گئے ہیں جن کو ہم ان کے کاموں کے ذکر میں بیان کریں گے۔

فرشتوں کی صفات پر ایمان

فرشتے اللہ تعالیٰ کے غیبی نظام کا حصہ ہیں، کوئی فرشتوں کو دیکھ نہیں سکتا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو اپنی قدرت اور ارادے سے کائنات کے نظم وانتظام کے لئے مقرر کر رکھا ہے، یہ زمین وآسمان میں بغیر کسی رکاوٹ کے اترتے اور چڑھتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو نور سے پیدا کیا ہے۔ ایک روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو نور سے جنات کو آگ کے شعلے سے اور آدم علیہ السلام کو کھنکھناتی ہوئی مٹی سے پیدا فرمایا ہے، (صحیح ابن حبان، ذکر الاخبار عما خلق اللہ، حدیث نمبر: ۶۱۵۵) فرشتوں کی پیدائش انسانوں سے بہت پہلے ہوئی ہے جب اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو فرشتوں سے اس کا اظہار فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے پورا مکالمہ نقل فرمایا ہے:

وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً قَالُوا أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ

بِحَمْدِکَ وَنُقَدِّسُ لَکَ قَالَ إِنِّیٓ أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (البقرة ۳۰)

اور جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں زمین میں اپنا خلیفہ بناؤں گا تو فرشتوں نے جواب دیا کیا آپ ایسی قوم پیدا کریں گے جو زمین میں فساد اور خون بہائے، جب کہ ہم آپ کی تسبیح وتقدیس بیان کرتے رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جو میں جانتا ہوں تم لوگ نہیں جانتے۔

فرشتوں کے اندر اللہ تعالیٰ نے انسانی صورت اختیار کرنے کی صلاحیت پیدا کی ہے، اس لئے فرشتے انسانی صورت بھی اختیار کرتے ہیں، چنانچہ حضرت مریم کے پاس حضرت جبرئیل انسانی صورت میں آئے تھے:

فَأَرْسَلْنَا إِلَیْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَراً سَوِیّاً (مریم ۱۷)

ہم نے اس کی طرف روح (فرشتہ) بھیجا اور وہ اس کے سامنے پورے انسانی شکل میں نمودار ہوا۔

اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس بھی حضرت جبرئیل انسانی صورت میں آئے تھے۔ مسلم شریف کی کتاب الایمان میں ایک مشہور حدیث ہے، جس کو حدیث جبرئیل کہا جاتا ہے، جس میں حضرت جبرئیل نے ایمان، اسلام اور احسان کا سوال کیا تھا اس میں آپ انسانی صورت میں آئے تھے، اس کے علاوہ روایت ہے کہ حضرت جبرئیل صحابی رسول دحیہ کلبی کی شکل میں آیا کرتے تھے۔

فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے پر والا بنایا ہے، بعض فرشتوں کے دو پر اور بعض کے تین اور بعض کے چار پر تھے اور بعض کے اس سے بھی زائد تھے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

الْحَمْدُ لِلَّهِ فَاطِرِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ جَاعِلِ الْمَلَائِكَةِ رُسُلاً أُولِیٓ أَجْنِحَةٍ مَّثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ یَزِیْدُ فِی الْخَلْقِ مَا یَشَاءُ إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (فاطر: ۱)

تمام تعریفیں اللہ تعالی کیلئے ہیں جو آسمان وزمین کا خالق ہے، فرشتوں کو پیغام رساں بناتا ہے جو دو دو تین تین اور چار چار پر والے ہیں اور پیدائش میں جو چاہتا ہے زیادہ کرتا ہے۔

حضرت ابن مسعود کی روایت ہے:

ان رسول الله ﷺ رأى جبرئيل له ست مأة جناح (بخاری، باب فقاب قوسين او ادنى ،حديث نمبر ۴۸۵۶)

رسول اللہ ﷺ نے حضرت جبرئیل کو دیکھا ان کے چھ سو پر تھے۔

فرشتوں کی قیام گاہ آسمان میں ہے اور اللہ کے حکم سے زمین پر اترتے ہیں۔ تمام فرشتے ملک الموت کے ساتھ قیامت کے دن وفات پا جائیں گے۔

فرشتوں کی عبادت

فرشتوں کو اللہ تعالی نے اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے، اور فرشتے ہر وقت اللہ تعالی کی عبادت میں لگے رہتے ہیں، اللہ تعالی کی بالکل نافرمانی نہیں کرتے ہیں، بلکہ نافرنی فرشتوں کی طبیعت اور خلقت میں ہے ہی نہیں:

لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ (التحريم ٦)

فرشتے اللہ تعالی کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کام کرتے ہیں جن کا ان کو حکم دیا جاتا ہے۔

فرشتے تمام قسم کی عبادت انجام دیتے ہیں، قرآن وحدیث میں ان کی مختلف عبادت کا تذکرہ ہے، مختلف خدمتوں اور اللہ تعالی کے احکامات وتعلیمات کو نافذ کرنے میں لگے ہوئے ہیں اور اللہ تعالی کی تعلیمات اور احکامات کی بالکل مخالفت نہیں کرتے ہیں، فرشتوں کی عبادت کا یہ بھی حصہ ہے کہ وہ اللہ تعالی سے آگے نہیں بڑھتے اور نہ ہی اللہ تعالی کے امر پر کوئی اعتراض کرتے ہیں؛ بلکہ جو اللہ تعالی کا حکم ہوا سے کر گزرتے:

لَا یَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ یَعْمَلُوْنَ (الانبیاء ۲۷)

فرشتے باتوں میں بھی اللہ تعالیٰ سے سبقت نہیں کرتے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرتے ہیں۔

خاص طور پر فرشتوں کی جن عبادتوں کا تذکرہ قرآن وحدیث میں مذکور ہے، اس میں تسبیح ہے، فرشتے کثرت سے اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے ہیں:

یُسَبِّحُوْنَ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ لَا یَفْتُرُوْنَ (الانبیاء ۲۰)

فرشتے رات دن اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے ہیں اور وہ نہیں تھکتے۔

اسی طرح فرشتے صف لگا کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں، اسی لئے آپ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا کہ اس طرح صف لگاؤ جس طرح فرشتے صف لگاتے ہیں، صحابہ نے پوچھا کہ فرشتے کس طرح صف لگاتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: صفوں کو مکمل کرتے ہیں اور مل مل کر کھڑے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ساتویں آسمان پر ایک کعبہ بنایا ہے، جس کو بیت المعمور کہا جاتا ہے، مشہور روایت معراج کے سلسلے میں ہے کہ آپ نے فرمایا پھر مجھے ساتویں آسمان پر بیت المعمور لے جایا گیا یہ وہ جگہ ہے جہاں روزانہ ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں اور جو ایک مرتبہ داخل ہوتا ہے اس کو دوبارہ موقع نہیں ملتا ہے۔ اس کے ضمن میں ابن کثیر نے لکھا ہے کہ فرشتے بیت المعمور میں عبادت کرتے ہیں اور طواف کرتے ہیں، جس طرح خانہ کعبہ کا مسلمان طواف کرتے ہیں۔

فرشتوں کی تعداد

فرشتوں کی تعداد بے شمار ہے، لیکن ان کی صحیح تعداد کا علم اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو نہیں ہے:

وَمَا یَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّکَ اِلَّا هُوَ (المدثر ۳۱)

اور آپ کے پروردگار کی فوج کا کسی کو علم نہیں ہے سوائے آپ کے رب کے۔

ترمذی کی روایت میں ہے کہ آسمان چرچراتا ہے اور اس کا حق ہے کہ چرچرائے

کیوں کہ وہاں تو چار انگلی کی جگہ نہیں ہے مگر یہ کہ کوئی نہ کوئی فرشتہ وہاں سجدہ میں پڑا ہے۔ (سنن ترمذی، باب فی قول النبی ﷺ، حدیث نمبر:۲۳۱۲) بیت المعمور کے متعلق حدیث میں ہے کہ ہر روز ستر ہزار فرشتے وہاں نماز پڑھتے ہیں اور جو ایک دفعہ نماز پڑھ لیتا ہے پھر اس کی دوبارہ باری نہیں آتی ہے (بخاری، باب ذکر الملائکۃ، حدیث نمبر ۳۲۰۷) بعض روایت میں ہے کہ ہر انسان کے ساتھ دو فرشتے اس کا نامہ اعمال لکھنے کے لئے مقرر ہیں، حضرت عبداللہ بن مسعود کی حدیث میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے روز جہنم کو لایا جائے گا اس کی ستر ہزار لگام ہوں گی اور ہر لگام پر ستر ہزار فرشتے ہوں گے جو اسے کھینچ رہے ہوں گے۔غور کریں تو فرشتوں کی کثرت کا اندازہ نہیں لگا سکتے ہیں، ہر نطفہ پر فرشتہ مقرر ہے، ہر انسان کی نگرانی کے لئے فرشتہ متعین ہے، ہر انسان کے نامہ اعمال لکھنے کے لئے فرشتے مقرر ہیں اس لئے یہی کہا جا سکتا ہے کہ فرشتوں کی تعداد بہت ہے، لیکن اس کی صحیح تعداد کا علم اللہ تعالی کے علاوہ کسی کو نہیں ہے۔

فرشتوں کے کام

کائنات میں فرشتے مختلف ذمہ داریاں انجام دیتے ہیں، کچھ فرشتے پہاڑوں پر مقرر ہیں، کچھ بارش برسانے پر، بعض رحم مادر پر تو بہت سے انسانوں کی نگرانی پر مقرر ہیں، بعض موت کے فرشتے ہیں، تو بعض قبر میں سوال کرنے پر معمور ہیں، کچھ سیاروں کو حرکت دینے کے کام میں لگے ہیں اور بہت سے چاند و سورج پر مقرر ہیں، بہت سے فرشتے دوزخ کی آگ بھڑکانے میں اور بہت سے جنت کو سجانے اور سنوارنے میں لگے ہیں اور جس فرشتے کو جو کام دیا جاتا ہے وہ فرشتہ وہی کام کرتا ہے۔قرآن وحدیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتے اس کائنات میں اللہ تعالی کے عظیم فوج ہیں جو مختلف کاموں پر متعین ہیں، ہمیں فرشتوں کے تمام کاموں کا تو علم نہیں، البتہ جن کاموں کی صراحت قرآن وحدیث میں

کی گئی ہے، اس کا مختصر تذکرہ یہاں کیا جاتا ہے۔

حضرت جبرئیل

آپ کو روح القدس اور روح الامین بھی کہا جاتا ہے۔قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے متعدد مقامات پر حضرت جبرئیل کی تعریف وتوصیف بیان فرمائی ہے:

إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ذِي قُوَّةٍ عِندَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ مُطَاعٍ ثَمَّ أَمِينٍ (التکویر ۱۹–۲۱)

بے شک یہ قرآن ایک معزز فرشتے کا لایا ہوا کلام ہے قوت والا ہے اور عرش والے کے پاس بڑے مرتبے والا ہے، وہاں وہ سردار اور امانت دار ہے۔

ان کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ نبی اور رسول تک اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچاتے ہیں، یہ بندوں اور رب کے درمیان واسطہ بنتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَإِنَّهُ لَتَنزِيلُ رَبِّ الْعَالَمِينَ نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ عَلَىٰ قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنذِرِينَ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِينٍ

(الشعراء ۱۹۲–۱۹۵)

اور بے شک یہ قرآن پروردگار کا نازل کیا ہوا ہے، اس کو تمہارے دل پر روح الامین نے صاف عربی زبان میں نازل کیا ہے تاکہ تم ڈرانے والوں میں سے ہو جاؤ۔

واقعہ معراج جس کی تفصیل مشہور ہے، اس سفر کا آغاز مسجد حرام سے اور اختتام ملأ اعلیٰ میں سدرۃ المنتہیٰ سے ہوا تھا، اس سفر میں آپ کے رفیق حضرت جبرئیل ہی تھے، انہی کی معیت میں سفر کا زیادہ حصہ طے ہوا تھا، آپ ﷺ نے حضرت جبرئیل کو دو مرتبہ اصلی صورت میں دیکھا تھا، ایک مرتبہ بعثت کے ابتدائی دور میں اور دوسری مرتبہ معراج کی رات سدرۃ المنتہیٰ کے پاس۔

حضرت میکائیل

حضرت میکائیل کے ذمہ بارش اور روزی پہنچانے کا کام ہے۔ان کا شمار بھی

مقرب فرشتوں میں ہوتا ہے، ان کے ساتھ بہت سے مددگار فرشتے ہیں جو بارش اور ہواؤں کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے مختلف سمتوں میں لے جاتے ہیں علامہ ابن کثیر نے حضرت میکائیل کے متعلق لکھا ہے:

> اور میکائیل علیہ السلام بارش اور اگنے والی چیزوں پر مقرر ہیں جن دونوں سے رزق پیدا ہوتا ہے اور حضرت میکائیل کے مددگار ہیں جو اللہ کے حکم سے حضرت میکائیل کی رہنمائی میں کام کرتے ہیں، مثلاً: ہواؤں کا رخ بدلتے ہیں ،اسی طرح بادلوں کا بھی رخ بدلتے ہیں اپنے رب کی مرضی کے مطابق اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ آسمان سے بارش کا کوئی قطرہ نہیں گرتا ہے مگر اس کے ساتھ ایک فرشتہ ہوتا ہے جو زمین میں مقررہ جگہ تک اس کو پہنچادیتا ہے۔
>
> (البدایہ و النهایہ ، باب ذکر خلق الملائکۃ ۱/۴۶)

حضرت اسرافیل

حضرت اسرافیل کی ذمہ داری صور پھونکنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے یہ دو بار صور پھونکیں گے، ایک بار قیامت کے قریب اللہ کے حکم سے صور پھونکیں گے تو سب لوگ ہلاک ہو جائیں گے، پھر دوبارہ پھونکیں گے تو سب لوگ زندہ ہو جائیں گے، اور میدان حشر کی طرف دوڑیں گے جہاں ان کے اعمال کا حساب ہوگا۔ قرآن کریم میں نفخ صور (صور پھونکنے) کا تذکرہ ہے البتہ حضرت اسرافیل علیہ السلام کا نام کہیں نہیں آیا ہے، ہاں حدیث میں ان کے نام کی صراحت ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، حضور پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا: حضرت اسرافیل جب سے صور پھونکنے پر مقرر ہوئے ہیں تب سے تیار ہیں، عرش کے اردگرد اس خوف سے نظر کر رہے ہیں کہ نظر جھپکنے سے پہلے حکم نہ دے دیا جائے اس کی دونوں آنکھیں گویا چمکدار ستارے ہیں (حاکم المستدرک حدیث نمبر ۸۶۷۶) آپ ﷺ اسی فرشتہ کے بارے میں فرماتے تھے میں کیسے خوش رہ سکتا ہوں جبکہ سینگ والا اپنا

صور منہ میں رکھا ہوا ہے اور اپنی پیشانی جھکایا ہوا ہے اور یہ منتظر ہے کہ کب حکم ملے کہ صور پھونک دوں صحابہ نے عرض کیا حضور ﷺ ہمیں کیا کہنا چاہئے آپ نے فرمایا یوں کہو: حسبنا الله و نعم الوكيل على الله توكلنا. (جامع ترمذی، باب ما جاء فی شأن الصور، حدیث نمبر: ۲۴۳۱)

حضرت عزرائیل

موت یعنی روح قبض کرنے کا کام ان کے سپرد ہے۔ قرآن کریم میں ان کا نام ملک الموت ذکر کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلْ يَتَوَفّٰكُم مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِىْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ إِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُونَ (السجدہ ۱۱)

ان سے کہو موت کا وہ فرشتہ جو تم پر مقرر کیا گیا ہے تم کو پورا کا پورا اپنے قبضہ میں لے لے گا پھر تم لوگ اپنے پروردگار کی طرف لوٹا دیے جاؤ گے۔

حضرت عزرائیل کے دو فرشتے معاون ہیں رحمت کے فرشتے اور عذاب کے فرشتے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

حَتّٰى إِذَا جَاءَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لاَ يُفَرِّطُونَ (الانعام: ۶۱)

یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آجاتا ہے تو اس کی جان ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے قبض کر لیتے ہیں اور وہ کوتاہی نہیں کرتے ہیں۔

قرآن کریم میں موت کے ان فرشتوں کو "النازعات" اور "الناشطات" کہا گیا ہے۔ النازعات سے مراد وہ فرشتے ہیں جو کافروں کی روح انتہائی سختی اور عذاب دے کر کھینچتے ہیں اور الناشطات سے مراد وہ فرشتے ہیں جو اہل ایمان اور متقی حضرات کی روح انتہائی نرمی اور محبت سے کھینچتے ہیں۔

روح لے کر چڑھنے والے فرشتے

مومن کی جب روح نکلتی ہے تو دو فرشتے اسے لے کر اوپر چڑھتے ہیں، آسمان والے کہتے ہیں کیسی پاک روح ہے جو زمین کی طرف سے آئی ہے، اللہ تعالی تجھ پر اور اس بدن پر رحمت نازل فرمائے جس کو تو آباد رکھتی ہے، اس کے بعد پروردگار کے سامنے اس روح کو لے جایا جاتا ہے، اللہ تعالی فرماتے ہیں: اس کو اخیر وقت تک کے لئے سدرۃ المنتہی لے جاؤ اور کافر کی روح جس وقت نکلتی ہے تو آسمان والے کہتے ہیں کیسی خبیث روح زمین کی طرف سے آئی ہے اور حکم ہوتا ہے کہ اخیر وقت تک کے لئے اس کو سجین میں لے جاؤ (مسلم شریف حدیث نمبر: ۲۱۶۱۸) مسند احمد میں اس کی مزید وضاحت ہے حضور ﷺ نے فرمایا بندۂ مؤمن کا سفر آخرت پر روانگی کا وقت آتا ہے تو آسمان سے روشن چہرے فرشتے نازل ہوتے ہیں شدید روشنی کی وجہ سے ان کے چہرے سورج معلوم ہوتے ہیں، ان کے ساتھ جنت کی کفن اور جنت کی خوشبو ہوتی ہے، وہ اس بندے سے تھوڑے فاصلے پر بیٹھ جاتے ہیں پھر ملک الموت آجاتا ہے اور اس کے سرہانے بیٹھ کر کہتا ہے: اے نفس طیبہ اپنے پروردگار کی مغفرت اور اس کی رضاء کی طرف چل تو اس کی روح اس طرح نکلتی ہے جیسے مشکیزے کے منہ سے پانی کا قطرہ بہتے ہوئے نکل جاتا ہے، ملک الموت اس روح کو پکڑ لیتا ہے اور جونہی پکڑتا ہے وہ فرشتے پہنچ جاتے ہیں اور پلک جھپکنے کے اندر ہی ملک الموت سے اس روح کو لے لیتے ہیں اور اسے کفن پہنا کر خوشبو سے معطر کر دیتے ہیں اور جب کافر آخرت کے سفر کی طرف روانہ ہوتا ہے تو آسمان سے سیاہ چہروں والے فرشتے اپنے ہاتھوں میں ٹاٹ لئے ہوئے اترتے ہیں اور نگاہ بھر کی دوری پر بیٹھ جاتے ہیں، پھر ملک الموت اترتا ہے اور اس کے سرہانے بیٹھ کر کہتا ہے اے نفس خبیثہ! تو اللہ تعالی کی ناراضگی اور غضب کی طرف نکل پھر وہ اس کے جسم سے روح کو اس طرح نکالتا ہے ہے جیسے بھیگی ہوئی اون سے

لوہے کی سیخ کھینچ کر نکالی جاتی ہے، جب ملک الموت اس کی روح نکال لیتا ہے تو وہ فرشتے پلک جھپکنے کے اندر اس کو لیتے ہیں اور اس کو ٹاٹ میں لپیٹ لیتے ہیں۔

حفاظت اور نگرانی کرنے والے فرشتے

بعض فرشتے بندوں کی نگرانی اور حفاظت پر مامور ہیں، جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے لوگوں کو آفتوں اور بلاؤں سے بچاتے ہیں جن کو ''حفظۃ'' کہا جاتا ہے۔قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً (الانعام ۶۱)

اور وہ اپنے بندوں پر غالب ہے اور تم پر نگہبان فرشتے بھیجتا ہے

ان حفاظت کرنے والے فرشتوں کو ''معقبات'' بھی کہا جاتا ہے، ایک جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد:

لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ (الرعد ۱۱)

انسان کے لئے کچھ فرشتے ہیں جو باری باری آتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کے آگے اور اس کے پیچھے سے حفاظت کرتے ہیں۔

اس حدیث کی تفسیر میں ابن کثیر نے حضرت مجاہد کا قول نقل کیا ہے کہ ہر بندہ کے لیے ایک فرشتہ مقرر ہوتا ہے جو سوتے جاگتے، جنات انسان اور کیڑوں سے اس کی حفاظت کرتا ہے، پس ان میں سے کوئی چیز اگر اس کی طرف آتی ہے تو وہ فرشتہ اس کو ہٹا دیتا ہے۔البتہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ کی اجازت ہو تو وہ اس کو نقصان پہنچا دیتی ہے۔(تفسیر ابن کثیر ۲/۵۰۳)

پہاڑوں کے فرشتے

بعض فرشتے پہاڑوں کے لیے مقرر ہیں، مشہور روایت ہے کہ جب آپ ﷺ نے دعوت وتبلیغ کے لئے طائف کا سفر کیا اور قبیلۂ عبد یالیل پر اپنے آپ کو پیش کیا تو ان لوگوں نے نہ صرف یہ کہ آپ کی دعوت کو ٹھکرادیا؛ بلکہ چند اوباشوں اور کمینوں کو آپ کے

پیچھے لگا دیا ان لوگوں نے آپ کو بہت تکلیف دی، اس موقع پر آپ کے پاس حضرت جبرئیل آئے اور کہنے لگے، اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ نے آپ کے قوم کی باتیں بھی سن لی اور ان کا ردعمل بھی دیکھ لیا، اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کی مدد کے لئے ''ملک الجبال'' پہاڑ کے فرشتے کو بھیجا ہے، آپ اس کو جو بھی حکم دیں گے وہ اسی طرح کرے گا، پھر پہاڑ کا فرشتہ آپ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا حضور! اگر آپ چاہیں تو میں آپ کی قوم پر مکہ مکرمہ کے ان دونوں پہاڑوں کو آپس میں ملا کر ان سب کو ہلاک کردوں آپ نے فرمایا نہیں، مجھے امید ہے کہ ان کی نسل میں کوئی مسلمان پیدا ہوگا (بخاری، باب اذا قال احدکم: آمین، حدیث نمبر: ۳۲۳۱)

منکر نکیر

آدمی کے مرنے کے بعد دو فرشتے اس کی قبر میں آتے ہیں اور چند سوالات کرتے ہیں، یہ منکر نکیر ہیں۔ ان کو منکر نکیر اس لئے کہا جاتا ہے کہ انہوں نے ہنسنے، مسکرانے سے اور انسانوں پر ترس کھانے سے انکار کر دیا ہے۔ حدیث میں ہے کہ جب کسی بندۂ مؤمن کا انتقال ہوتا ہے اور اس کے رشتہ دار اس کو قبر میں دفن کر کے چلے جاتے ہیں، تو ان کے پاس دو سیاہ نیلی فام والے فرشتے آتے ہیں، ان میں سے ایک کو منکر اور دوسرے کو نکیر کہا جاتا ہے اور اس سے سوال کرتے ہیں تیرا رب کون ہے؟ تیرا نبی کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ تیرا قبلہ کیا ہے، تیرے بھائی کون ہیں؟ تیرا امام کون ہیں؟ تیرا دستور کیا ہے؟ تیرے اعمال کیا ہیں؟ تو جس مؤمن متقی کو اللہ تعالیٰ توفیق بخشیں گے وہ ان سے ہی سوال کرے گا تجھے یہ اختیار کس نے دیا ہے؟ اور یہ سوال اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ علماء ہی کر سکیں گے، وہ دونوں آپس میں کہیں گے: ہاں یہ صحیح کہہ رہا ہے، ہماری سختیوں سے بچ گیا ہے، پھر وہ نیک بندہ کہے گا، میرا رب اللہ ہے، میرے نبی محمد ﷺ ہیں، میرا دین اسلام ہے، کعبہ میرا قبلہ ہے، تمام مؤمن میرے بھائی ہیں، قرآن میرا قائد و امام ہے، سنت نبوی میرا دستور ہے، میں نے قرآن پڑھی ہے، میں اس پر ایمان لایا اور اس تصدیق کی۔ منکر نکیر کہیں گے تم نے صحیح

جواب دیا پھر اس کی قبر ہر طرف سے ستر ہاتھ کشادہ کردی جاتی ہے اور قیامت تک کے لیے ہر طرح کی راحتوں اور روشنیوں سے قبر کو بھر دیا جاتا ہے، وہ شخص کہتا ہے مجھے اپنے رشتہ داروں میں جانے دو تاکہ میں اپنی سرگزشت سنا سکوں، تو وہ فرشتے کہتے ہیں اس طرح سوجا جس طرح ایک دلہن سو جاتی ہے، اس کو اس کے محبوب شوہر کے علاوہ کوئی بیدار نہیں کرتا ہے اسی طرح تمہیں بھی کوئی بیدار نہیں کرے گا اور اگر کافر یا منافق بندہ ہوتا ہے تو ہر سوال کے جواب میں ہائے ہائے کرتا ہے اور کہتا ہے میں تو اس طرح زندگی گزار رہا تھا جس طرح میں نے لوگوں کو زندگی گزارتے دیکھا مجھے کچھ بھی نہیں معلوم۔ پس قبر اس کے لئے اتنی تنگ ہوجائے گی کہ ایک پسلی دوسری پسلی میں گھس جائے گی۔ (سنن الترمذی، ۲۶ باب، حدیث نمبر ۲۴۶۰)

حاملین عرش

چار فرشتے اللہ تعالی کے عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور قیامت کے دن یہ تعداد بڑھ کر آٹھ ہوجائے گی بعض روایت میں ان حاملین عرش فرشتے کی صفات کے تعلق سے آیا ہے کہ اس کے کان کی لو اور مونڈھے کے درمیان سات سو سال کا فاصلہ ہوگا:

وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمَانِيَةٌ (الحاقہ۱۷)

اور آپ کے پروردگار کے عرش کو اس دن آٹھ فرشتے اٹھائے ہوئے ہوں گے۔

کراما کاتبین

ان فرشتوں کا کام بندوں کے اعمال کو لکھنا ہے۔ دائیں کندھے پر نیکی کے لکھنے والے فرشتے ہوتے ہیں اور بائیں کندھے پر برائی کے لکھنے والے فرشتے ہوتے ہیں اور ہر شخص کے اعمال کی نگرانی کرتے ہیں اور لکھتے ہیں:

وَإِنَّ عَلَيْكُمْ لَحَافِظِينَ كِرَامًا كَاتِبِينَ يَعْلَمُونَ مَا تَفْعَلُونَ

(الانفطار ۱۰-۱۱)

اور بے شک تم پر نگہبان فرشتے مقرر ہیں، باعزت ہیں اور تمہارے اعمال کے لکھنے والے ہیں۔

فرشتۂ تقدیر

ان کا کام بچے کی پیدائش سے پہلے ان کی تقدیر لکھنا ہے۔ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالی نے رحم مادر پر جو فرشتہ مقرر کر رکھا ہے وہ عرض کرتا ہے پروردگار نطفہ بناؤں، پروردگار بستہ خون بناؤں، پروردگار لوتھڑا بناؤں، اس کے بعد جب اللہ تعالی بناوٹ مکمل کرنی چاہتا ہے تو فرشتہ عرض کرتا ہے، پروردگار یہ لڑکا ہے یا لڑکی، نیک ہے یا بد بخت، رزق کیا ہے اور اس کی عمر کیا ہے؟ اس طرح یہ سب باتیں ماں کے پیٹ کے اندر ہی لکھ دی جاتی ہیں۔

(صحیح بخاری، باب خلق آدم و ذریتہ حدیث نمبر: ۳۱۱)

دعا کرنے والے فرشتے

کچھ فرشتوں کا کام یہ ہے کہ مؤمن کی عدم موجودگی میں اس کے لیے دعا کرتے ہیں، حدیث میں ہے کہ مؤمنین کی دعا اس کے بھائی کے لئے اس کے پیٹھ پیچھے قبول ہوتی ہے، جب کوئی مسلمان اپنے بھائی کے لئے اس کے پیٹھ پیچھے دعا کرتا ہے تو وہ فرشتہ جو اس کے سر کے پاس کھڑا ہوتا ہے آمین کہتا ہے اور کہتا ہے کہ تیرے لئے بھی اتنا ہی ہے۔

کیا جنات فرشتے ہیں؟

جنات فرشتے نہیں ہیں، اس لئے کہ فرشتے نور سے پیدا ہوئے ہیں اور جنات کی پیدائش آگ سے ہوئی ہے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

وَالْجَآنَّ خَلَقْنَاهُ مِن قَبْلُ مِن نَّارِ السَّمُومِ (الحجر ۲۷)

اور جنات کو اس سے پہلے ہم نے لو کی آگ سے پیدا کیا۔

فرشتے اللہ تعالی کی نافرمانی نہیں کرتے ہیں۔ ہر وقت اطاعت میں لگے رہتے

ہیں، جبکہ جنات میں فرماں برداراور نافرمان دونوں ہوتے ہیں، جنات کے بارے میں اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے:

وَاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُونَ وَمِنَّا الْقَاسِطُونَ فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا- وَاَمَّا الْقَاسِطُونَ فَكَانُوا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا (الجن-۱۴،۱۵)

اور یہ کہ: ہم میں سے کچھ تو مسلمان ہوگئے ہیں اور ہم میں سے (اب بھی) کچھ ظالم ہیں۔ چنانچہ جو اسلام لا چکے ہیں انہوں نے ہدایت کا راستہ ڈھونڈ لیا ہے اور رہے وہ لوگ جو ظالم ہیں تو وہ جہنم کا ایندھن ہیں۔

فرشتوں کے بارے میں اور ذکر کیا گیا کہ وہ کھاتے پیتے نہیں ہیں، جبکہ جنات کھاتے پیتے ہیں، حدیث میں ہے کہ جنات کا وفد آپ ﷺ کی خدمت میں آیا تھا تو آپ نے ان سے فرمایا جس ہڈی پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہو اس پر پہلے سے زیادہ گوشت تم پاؤ گے جو تمہاری غذا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جنات فرشتے نہیں ہیں، قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ایک جگہ بیان کیا ہے کہ: تمام فرشتوں نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا سوائے ابلیس کے تو یہاں ابلیس کا استثناء اس لئے نہیں تھا کہ ابلیس فرشتوں میں سے ہے، بلکہ اس لئے تھا کہ اس وقت ابلیس فرشتوں کے ساتھ تھا۔ سورہ کہف میں اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے:

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوا اِلَّا اِبْلِيسَ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ (الكهف ۵۰)

اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو تمام فرشتوں نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے وہ جنات میں سے تھا پس اس نے اپنے پروردگار کے امر سے نافرمانی کی۔

اللہ تعالیٰ نے ابلیس کی نافرمانی کی وجہ بیان کی ہے اس کا جنات میں سے ہونا اگر وہ فرشتوں میں سے ہوتا تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتا اس لئے ابلیس اور جنات یہ

فرشتوں میں سے نہیں ہیں۔

فرشتوں سے متعلق عقیدے

﴿عقیدہ﴾ فرشتوں کے سپرد بہت سے کام ہیں، وہ کبھی اللہ کے حکم کے خلاف کوئی کام نہیں کرتے، جن کاموں پر اللہ تعالیٰ نے انہیں لگایا ہے، وہ انہی میں لگے رہتے ہیں وہ اللہ کی بندگی سے نہ عار کرتے ہیں نہ سرکشی، وہ ہر وقت اس کی یاد اور تسبیح میں لگے رہتے ہیں، نہ اکتاتے ہیں اور نہ تھکتے ہیں۔

﴿عقیدہ﴾ فرشتے بہت ہیں ان کی گنتی اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، ان میں چار فرشتے بہت مقرب اور مشہور ہیں۔ حضرت جبرئیل، حضرت میکائیل، حضرت اسرافیل، حضرت عزرائیل علیہم السلام۔

﴿عقیدہ﴾ حضرت جبرئیل اللہ تعالیٰ کی کتابیں، احکام و پیغام نبیوں اور رسولوں کے پاس لاتے تھے۔ حضرت میکائیل بارش کا انتظام اور مخلوق کی روزی پہنچانے کے کام پر مقرر ہیں، حضرت اسرافیل کے ذمہ قیامت کے دن صور پھونکنے کا کام ہے۔ حضرت عزائیل مخلوق کی جان نکالنے پر مقرر ہیں۔

﴿عقیدہ﴾ اللہ تعالیٰ نے کچھ مخلوق آگ سے پیدا کر کے اس کو ہماری نظروں سے چھپا دیا ہے۔ ان کو "جن" کہتے ہیں۔ ان میں مرد اور عورت بھی ہوتے ہیں اولاد بھی ہوتی ہے، اچھے برے سب طرح کے ہوتے ہیں ان سب سے زیادہ مشہور ابلیس ہے، جنات فرشتے نہیں ہوتے ہیں، یہ الگ مخلوق ہیں۔

کتابوں پر ایمان

تمہید

اللہ تعالی نے انسانوں کی رشد وہدایت کے لیے اور ضلالت وگمراہی سے نکالنے کے لیے مختلف زمانوں میں آسمان سے بہت سی کتابیں نازل کی ہیں اور بہت سے صحیفے بھی نازل کیے ہیں، ان سب کتابوں میں اللہ کی مرضی کے مطابق زندگی گزارنے اور اللہ کی عبادت کے طریقے بتائے گئے تھے ﴿لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجاً﴾ تم میں سے ہر ایک (امت) کے لیے ہم نے ایک (الگ) شریعت اور طریقہ مقرر کیا ہے۔ (سورہ مائدہ: ۴۸) اور سب سے اخیر میں خاتم النبیین ﷺ کو اللہ تبارک وتعالی نے قرآن کریم عطا کیا، یہ تمام کتابیں جو اللہ کی طرف سے نازل ہوئی ہیں، ان سب پر ایمان لانا فرض ہے اور یہ ہمارے اسلامی عقیدہ کا ایک مضبوط حصہ ہے۔ کتابوں پر ایمان لانا اسی طرح ضروری ہے، جس طرح اللہ تعالی اور اس کے رسولوں پر ایمان لانا ضروری ہے۔

ایمان لانے کی کیفیت

ایمان لانے کی دو صورتیں ہیں: (۱) ایمان مجمل (۲) ایمان مفصل، ایمان مجمل کا مطلب یہ ہے کہ سرسری اور مجموعی طور پر ایمان لایا جائے جیسے کوئی صرف یہ جانتا اور مانتا ہو کہ دنیا میں امریکہ ایک ملک ہے اور ایمان مفصل کا مطلب ہے کہ کسی چیز کی ہر ہر بات پر اس کی تمام تفصیلات کے ساتھ ایمان لایا جائے، جیسے کوئی یہ مانتا ہو کہ دنیا میں امریکہ نام کا ایک ملک ہے اور یہ بھی جانتا ہو کو اس کے کتنے صوبے اور شہر ہیں اور کتنی آبادی ہے اور وہاں کا ماحول کیسا ہے وغیرہ وغیرہ اور ان سب باتوں کو مانتا بھی ہو۔

پچھلی تمام کتابوں پر ایمان لانے کی کیفیت

پچھلی تمام کتابوں اور صحیفوں پر ایمان مجمل لانا اس امت کے ہر ہر فرد پر فرض ہے اور ایمان مجمل کا مطلب یہ ہے کہ یہ عقیدہ رکھا جائے کہ پچھلی تمام کتابیں جو انبیاء علیہم السلام پر نازل ہوئی ہیں، وہ سب اللہ کی طرف سے ہیں اور سب برحق ہیں، ان میں جتنی باتیں تھیں، سب صحیح تھیں۔

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتے ہیں:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي نَزَّلَ عَلَى رَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي أَنزَلَ مِن قَبْلُ وَمَن يَكْفُرْ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا﴾

اے ایمان والو! اللہ پر ایمان رکھو اور اس کے رسول پر اور اس کتاب پر جو اللہ نے اپنے رسول پر اتاری ہے اور ہر اس کتاب پر جو اس نے پہلے اتاری تھی اور جو شخص اللہ کا، اس کے فرشتوں کا، اس کی کتابوں کا، اس کے رسولوں کا اور یوم آخرت کا انکار کرے وہ بھٹک کر گمراہی میں بہت دور جا پڑا ہے۔ (سورہ نساء: ۱۳۶)

﴿والَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنزِلَ مِن قَبْلِكَ وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ (4) أُولَـٰئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ وَأُولَـٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾

اور جو اس (وحی) پر بھی ایمان لاتے ہیں جو آپ پر اتاری گئی اور اس پر بھی جو آپ سے پہلے اتاری گئی اور آخرت پر وہ مکمل یقین رکھتے ہیں۔ وہی لوگ اپنے رب کی طرف سے کامل ہدایت پر ہیں اور وہی کامیاب ہیں۔ (سورہ بقرہ: ۴-۵)

قرآن کریم پر ایمان لانے کی صورت

قرآن کریم پر کیسے ایمان لایا جائے ،ایمان مجمل یا ایمان مفصل؟اس کو جاننے سے پہلے ہمیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ فرض کی دو قسمیں ہیں: (۱) فرض عین (۲) فرض کفایہ،فرض عین کا مطلب ہوتا ہے کہ کوئی چیز ہر ہر فرد پر فرض اور ضروری ہو،کوئی بھی فرد اس سے خالی نہ ہو اور فرض کفایہ کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ کوئی چیز امت کے ہر ہر فرد پر ضروری نہ ہو؛ بلکہ ایک جماعت اگر وہ کام کر لے تو تمام لوگوں کی طرف سے وہ فریضہ ادا ہو جاتا ہو اور اگر ایک جماعت بھی اس کام کو نہ کرے تو تمام لوگ گنہگار ہوتے ہوں،جیسے جنازہ کی نماز ہے،اگر بستی کا کوئی آدمی بھی کسی مردہ کا جنازہ نہ پڑھے تو تمام بستی والے گنہگار ہوتے ہیں اور ایک اگر ایک چھوٹی سی جماعت یہ نماز جنازہ پڑھ لے تو سب کی طرف سے یہ ذمہ داری ادا ہو جاتی ہے۔

قرآن کریم پر ایمان مجمل

اب اس کے بعد جاننا چاہیے کہ قرآن کریم پر ایمان مجمل بھی لایا جائے گا اور ایمان مفصل بھی،اس امت کے ہر ہر فرد پر فرض عین ہے کہ قرآن کریم پر ایمان مجمل رکھے ،یعنی یہ عقیدہ رکھے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے،اللہ کی طرف سے نازل ہوا ہے، نبی پاک ﷺ کو عطا کیا گیا ہے اور اس میں جتنے احکام ہیں سب حق اور صحیح ہیں اور اس کے تمام احکام قیامت تک کے لیے ہیں۔

قرآن کریم پر ایمان مفصل

قرآن مجید پر ایمان مفصل لانے کا مطلب یہ ہے کہ ایمام مجمل میں جتنے عقیدے تھے ان کے ساتھ،قرآن کریم کی ہر ہر آیت کو جاننا اور ہر ہر آیت کے احکام کو سیکھنا ،قرآن کو سیکھنے کے لیے جتنے علوم کی ضرورت ہے،ان تمام کو سیکھنا،اور قرآن پاک پر اس طرح کا تفصیلی ایمان فرض کفایہ ہے،امت کا ایک طبقہ اور ایک جماعت کے لیے ضروری

ہے کہ وہ یہ ایمان رکھے اور ان علوم کے سیکھنے میں مشغول رہے، امت کے ہر ہر فرد کے لیے ضروری نہیں ہے کہ اس طرح کا ایمان رکھے اور ظاہر ہے کہ پوری امت یہ کام کرسکتی ہے اور نہ پوری امت کو اس کا مکلّف بنانا درست ہے، ورنہ تمام امت کو بس اسلامی علوم کو سیکھنے میں ہی لگنا پڑے گا اور دنیا کے دوسرے تمام کام سے یہ امت ناواقف رہے گی، جس سے بہت سی پریشانیوں کا سامنا ہوگا۔

قرآن کریم کی ایک آیت اور قرآن میں واضح طور پر موجود ایک بھی حکم کا انکار کفر ہے اور اس مسئلہ میں تمام امت کا اتفاق ہے۔

آسمانی کتابوں اور صحیفوں کا قرآن میں ذکر

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کے علاوہ تین اور کتابوں اور کچھ صحیفوں کا ذکر کیا ہے؛ اسی لیے صرف یہی آسمانی کتابیں مشہور ہیں؛ اور وہ درج ذیل ہیں:

(۱) توریت

یہ کتاب اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عطا کی تھی، اب اس وقت اس کتاب کے بہت سے ترجمے یہودیوں کے پاس ہیں؛ لیکن یہودیوں نے اس کتاب میں بہت ساری تبدیلیاں کردی ہیں، موجودہ ترجموں میں اصل توریت کا بہت کم حصہ پایا جاتا ہے، توریت میں ہدایت اور روشنی کے مضامین تھے، چنانچہ قرآن کریم میں توریت کے بارے میں اللہ فرماتے ہیں:

﴿إِنَّا أَنزَلْنَا التَّوْرَاةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ الَّذِينَ أَسْلَمُوا لِلَّذِينَ هَادُوا وَالرَّبَّانِيُّونَ وَالْأَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوا مِن كِتَابِ اللَّهِ وَكَانُوا عَلَيْهِ شُهَدَاءَ﴾

بیشک ہم نے تورات نازل کی تھی جس میں ہدایت تھی اور نور تھا۔ تمام نبی جو اللہ

تعالی کے فرمانبردار تھے، اسی کے مطابق یہودیوں کے معالات کا فیصلہ کرتے تھے اور تمام اللہ والے اور علماء بھی (اسی پر عمل کرتے تھے) کیونکہ ان کو اللہ کی کتاب کا محافظ بنایا گیا تھا اور وہ اس کے گواہ تھے۔ (سورہ مائدہ: ۴۴)

قرآن میں کل اٹھارہ (۱۸) جگہ اس کتاب کا ذکر ہے: سورہ آل عمران آیت نمبر: ۳، ۴۸، ۵۰، ۶۵، ۹۳، سورہ مائدہ آیت نمبر: ۴۳، ۴۴، ۴۶، ۶۶، ۶۸، ۱۱۰، سورہ اعراف آیت نمبر: ۱۵۷، سورہ توبہ آیت نمبر: ۱۱۱، سورہ فتح آیت نمبر: ۲۹، سورہ صف آیت نمبر: ۶، سورہ جمعہ آیت نمبر: ۵۔

(۲) زبور

زبور کے معنی کتاب کے آتے ہیں، حضرت داؤد علیہ السلام کو اللہ تبارک وتعالی نے یہ کتاب عطا کی تھی، قرآن پاک میں اس کتاب کا بھی تذکرہ ہے:

﴿وَ آتَيْنَا دَاوُودَ زَبُوراً﴾

اور ہم نے داؤد کو زبور عطا کی تھی۔ (سورہ نساء: ۱۶۳)

قرآن پاک میں اس کتاب کا ذکر نو (۹) مرتبہ آیا ہے، سورہ انبیاء آیت نمبر: ۱۰۵، سورہ نساء: ۱۶۳، سورہ اسراء: ۵۵، سورہ آل عمران: ۱۸۴، سورہ نحل: ۴۴، سورہ شعراء: ۱۹۶، سورہ فاطر: ۲۵، سورہ قمر: ۴۳، ۵۲

(۳) انجیل

یہ کتاب حضرت عیسی علیہ السلام کو اللہ کی طرف سے دی گئی تھی اور اب اس کے ترجمے عیسائیوں کے پاس موجود ہیں اور اس میں بھی بعد کے عیسائیوں نے بڑی تبدیلیاں کی ہیں، یہاں تک کہ موجودہ ترجمے اصل انجیل کے مطابق نہیں رہے، انجیل میں ہدایت، نور اور وعظ ونصیحت کی باتیں تھیں؛ چنانچہ قرآن میں ہے:

﴿وَقَفَّيْنَا عَلَى آثَارِهِم بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقاً لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ

التَّوْرَاةِ وَ آتَيْنَاهُ الإِنجِيلَ فِيهِ هُدًى وَنُورٌ وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَاةِ وَهُدًى وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِينَ﴾

اور ہم نے ان (پیغمبروں) کے بعد عیسی ابن مریم کو ان سے پہلی کتاب یعنی تورات کی تصدیق کرنے والا بنا کر بھیجا اور ہم نے ان کو انجیل عطا کی جس میں ہدایت تھی اور نور تھا اور جو اپنے سے پہلی کتاب یعنی تورات کی تصدیق کرنے والی اور متقیوں کے لیے سراپا ہدایت ونصیحت بن کر آئی تھی۔(سورہ مائدہ:۴۶)

﴿ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلَى آثَارِهِم بِرُسُلِنَا وَقَفَّيْنَا بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَآتَيْنَاهُ الْإِنجِيلَ﴾

پھر ہم نے ان کے پیچھے انہی کے نقش قدم پر اپنے اور پیغمبر بھیجے اور ان کے پیچھے عیسی ابن مریم کو بھیجا اور انہیں انجیل عطا کی۔(سورہ حدید:۲۷)

قرآن کریم میں بارہ (۱۲) جگہ انجیل کا تذکرہ ہے، آل عمران آیت نمبر: ۳، ۴۸، ۶۵، سورہ مائدہ: ۴۶، ۴۷، ۶۶، ۶۸، ۱۱۰، سورہ اعراف: ۱۵۷، سورہ توبہ: ۱۱۱، سورہ فتح: ۲۹، سورہ حدید: ۲۷۔

(۴) ابراہیم اور موسی علیہم السلام کے صحیفے

ان کتابوں کے علاوہ اللہ سبحانہ وتعالی نے انبیاء علیہم السلام کو اور بھی کتابیں اور صحیفے عطا کیے ہیں، صحیفہ کے معنی بھی کتاب کے ہیں؛ لیکن قرآن میں ان کے تذکرہ میں صرف ''صحیفہ'' کہا گیا ہے، ان کے نام نہیں بتلائے گئے ہیں، قرآن میں ابراہیم اور موسی علیہم السلام کے صحیفوں کا ذکر ہے:

﴿أَمْ لَمْ يُنَبَّأْ بِمَا فِي صُحُفِ مُوسَى (36) وَإِبْرَاهِيمَ الَّذِي وَفَّى﴾

کیا اسے ان باتوں کی خبر نہیں ملی جو موسی کے صحیفوں میں درج ہے؟ اور ابراہیم کے صحیفوں میں بھی جو مکمل وفادار رہے۔(سورہ نجم:۳۶-۳۷)

﴿إِنَّ هَذَا لَفِي الصُّحُفِ الْأُولَى (18) صُحُفِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى﴾

یہ بات یقیناً پچھلے آسمانی صحیفوں میں بھی درج ہے، ابراہم اور موسیٰ کے صحیفوں میں۔ (سورہ اعلیٰ: ۱۸-۱۹)

حضرت ابوذرؓ نے سوال کیا یارسول اللہ! ابراہیم علیہ السلام کے صحیفوں میں کیا تھا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: کہ ان میں کہاوتیں اور دانائی کی باتیں تھیں، جیسے: عقل مند کے لیے تین اوقات ہونے چاہیے، ایک وہ وقت، جس میں وہ اپنے رب سے راز و نیاز کی باتیں کرے، ایک وہ وقت جس میں وہ اپنا محاسبہ کرے اور اپنے اعمال میں غور وفکر کرے اور ایک وہ وقت جس میں اپنے کھانے پینے کی ضروریات کے لیے فارغ ہو........حضرت ابوذر کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا یارسول اللہ! موسیٰ علیہ السلام کے صحیفوں میں کیا تھا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: کہ ان میں عبرت اور نصیحت کی باتیں تھیں، جیسے: مجھے ایسے آدمی پر تعجب ہے جسے موت کا یقین ہے پھر بھی وہ خوش رہتا ہے!.......

(موارد الظمآن الی زوائد ابن حبان، ابو الحسن نور الدین علی هیثمی، دار الثقافة العربية، بیروت، باب السوال للفائدہ، حدیث نمبر: ٩٤)

دیگر آسمانی کتابیں اور صحیفے

ان کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ نے بہت سی کتابیں اور صحیفے نازل فرمائے ہیں چنانچہ قرآن کریم میں ہے:

﴿وَإِنَّهُ لَفِي زُبُرِ الْأَوَّلِينَ﴾

اور اس (قرآن) کا تذکرہ پچھلی آسمانی کتابوں میں بھی موجود ہے۔ (سورہ شعراء: ۱۹۶)

﴿وَقَالُوا لَوْلَا يَأْتِينَا بِآيَةٍ مِّن رَّبِّهِ أَوَلَمْ تَأْتِهِم بَيِّنَةُ مَا فِي الصُّحُفِ الْأُولَى﴾

اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ: یہ (نبی) ہمارے پاس اپنے رب کی طرف سے کوئی

نشانی کیوں نہیں لے آتے؟ بھلا کیا ان کے پاس پچھلے (آسمانی) صحیفوں کے مضامین کی گواہی نہیں آگئی؟ (سورہ طٰہٰ:۱۳۳)

﴿رَسُولٌ مِّنَ اللَّهِ يَتْلُو صُحُفًا مُّطَهَّرَةً (2) فِيهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ﴾

یعنی ایک اللہ کا رسول جو پاک صحیفے پڑھ کر سنائے، جن میں سیدھی تحریریں لکھی ہوں۔ (سورہ بینہ:۲-۳)

حضرت حسن بصریؒ کہتے ہیں کہ: اللہ تعالی نے آسمان سے ایک سو چار (۱۰۴) کتابیں نازل کی ہیں۔

(سنن کبری، بیهقی، باب ذکر کتب انزلها الله قبل نزول القرآن، دار الکتب العلمیه، بیروت، لبنان، حدیث نمبر: ۱۸۶۴۹)

اور نبی ﷺ کی ایک حدیث میں بھی اس کا تذکرہ ہے، جسے حضرت ابوذرؓ نے روایت کیا ہے، اور اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ حضرت شیث علیہ السلام پر پچاس (۵۰)، حضرت اخنوخ علیہ السلام پر تیس (۳۰) حضرت ابراہیم علیہ السلام پر دس (۱۰) اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات سے پہلے دس (۱۰) صحیفے نازل ہوئے تھے۔

(موارد الظمآن الی زوائد ابن حبان، أبو الحسن نور الدين علی هیثمی، دار الثقافة العربية، بیروت، باب السؤال للفائدة، حدیث نمبر: ۹۴)

موجودہ حالت میں سابقہ کتابوں کے ساتھ معاملہ

سابقہ کتابیں، جیسے تورات اور انجیل کے ترجمے موجود ہیں اور ان میں بہت سی باتیں لکھی ہوئی ہیں؛ لیکن یہود و نصاری نے ان میں کافی تحریف اور تبدیلی کی ہے، تو اب سوال یہ ہے کہ ہم ان کتابوں میں موجود باتوں کی تصدیق کریں گے یا نہیں؟ ایک حدیث میں نبی پاک ﷺ نے اس کی راہنمائی فرمائی ہے، اور وہ حدیث یہ ہے:

عن أبي هريرةؓ قال: كان أهل الكتاب يقرؤون التوراة بالعبرانية

ويفسرونها بالعربية لأهل الإسلام، فقال رسول الله ﷺ: لا تصدقوا أهل الكتاب ولا تكذبوهم وقولوا: آمنا بالله وما انزل إلينا وما أنزل إليكم.

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ اہل کتاب (یعنی یہود و نصاریٰ) عبرانی زبان میں توریت پڑھتے تھے اور مسلمانوں کے لیے اس کا عربی میں ترجمہ کرتے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: اہل کتاب کی نہ تصدیق کرو اور نہ ان کو جھوٹا کہو بلکہ یہ کہو کہ ہم اللہ پر، اس کتاب پر جو ہماری طرف نازل کی گئی ہے اور اس کتاب پر جو تمہاری طرف نازل کی گئی ہے ایمان لاتے ہیں۔

(صحيح بخاري، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، باب قول النبي ﷺ: لا تسألوا اهل الكتاب عن شيء، حديث نمبر: ۷۳۶۲)

آسمانی کتابوں کے بارے میں عقیدے

❀ عقیدہ ❀ اللہ تعالیٰ نے بہت سی چھوٹی بڑی کتابیں آسمان سے حضرت جبریل کے ذریعہ بہت سے پیغمبروں پر اتاریں؛ تاکہ وہ اپنی اپنی امتوں کو دین کی باتیں بتلائیں، چھوٹی کتابوں کو "صحیفے" اور بڑی کتابوں کو "کتاب" کہتے ہیں۔

❀ عقیدہ ❀ اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی کتابوں میں چار کتابیں بہت مشہور ہیں: تورات، زبور، انجیل اور قرآن مجید۔

❀ عقیدہ ❀ ہم اللہ تعالیٰ کی سب کتابوں پر ایمان لاتے ہیں کہ ان میں جو کچھ باتیں اللہ تعالیٰ نے اتاری ہیں وہ سب سچ اور حق ہیں، اپنے اپنے زمانوں میں ان پر عمل کرنا ضروری رہا ہے اور اس میں بندوں کی نجات رہی؛ مگر اب قیامت تک سب کی نجات صرف قرآن ہی پر عمل کرنے میں ہے۔

❀ عقیدہ ❀ قرآن کریم کے علاوہ دوسری کتابوں میں گمراہ لوگوں نے بہت کچھ تبدیلی

کی ہے، اب وہ اپنی اصل شکل میں محفوظ نہیں ہیں؛ اس لیے ان کی جو باتیں قرآن کے موافق ہیں، وہ تو سچی ہیں اور جو قرآن کے خلاف ہیں جھوٹی ہیں اور جو باتیں نہ قرآن کے موافق ہیں اور نہ مخالف ہیں، ان کے بارے میں ہم خاموش رہیں گے۔

قرآن مجید کے بارے میں عقیدہ

﴿عقیدہ﴾ قرآن مجید اللہ کا کلام ہے اور سب کتابوں سے افضل ہے اور آخری کتاب ہے، اب کوئی کتاب آسمان سے نہیں آئے گی، اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے پہلی تمام آسمانی کتابوں کو منسوخ کر دیا ہے، اب کسی اور کتاب پر عمل کرنا جائز نہیں۔

﴿عقیدہ﴾ قرآن مجید کی حفاظت کا اللہ نے وعدہ کیا ہے، قیامت تک اس کو کوئی نہیں بدل سکتا، اس میں کسی قسم کی کمی زیادتی نہ ہوئی ہے اور نہ ہوسکتی ہے، وہ مکمل اپنی اصل شکل میں پوری طرح محفوظ اور موجود ہے۔

﴿عقیدہ﴾ قرآن مجید ضرورت اور موقع کے لحاظ سے تھوڑا تھوڑا اترتا تھا، اس طرح قرآن مجید تیئیس سال (۲۳) میں مکمل نازل ہوا اور اس میں جن چیزوں کے ہونے یا پائے جانے کی خبر دی گئی ہے، ان سب کو صحیح اور سچا ماننا ضروری ہے، ان میں سے کسی ایک چیز کا انکار کرنا یا شک کرنا کفر ہے۔ (ماخوذ از: اسلامی عقائد، مولانا افضال الرحمان، مفتی عبید الرحمان، مدنی مشن مالیگاؤں)

رسولوں پر ایمان

تمہید

عقیدۂ توحید کے بعد اسلام کا دوسرا بنیادی عقیدہ، رسولوں پر ایمان لانا ہے، انبیاء علیہم السلام خدا اور اس کے بندوں کے درمیان واسطہ ہوتے ہیں، یہ لوگوں کو جنت کی بشارت سنانے والے اور دوزخ سے ڈرانے والے ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی آیتیں لوگوں کو پڑھ کر سناتے ہیں اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتے ہیں، یہ دنیا میں سب سے افضل اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ ہوتے ہیں، یہ گناہوں سے معصوم اور پاک ہوتے ہیں، یہ انسان ہوتے ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ انسانوں کی رہبری ورہنمائی کے لئے بھیجتا ہے ان باتوں کو ماننا اور یقین کرنا رسولوں پر ایمان لانا کہلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے لئے رسولوں پر ایمان لانا ضروری ہے، بغیر رسولوں پر ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر ایمان معتبر نہیں ہے۔

نبوت اور رسالت کی تعریف

نبوت (نباء) سے بنا ہے، جس کے معنی عظیم الشان خبر کے ہیں اور یہاں خاص خبر مراد ہے، جو اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندے پر نازل فرماتے ہیں تا کہ وہ اللہ کے بندوں تک اس کو پہنچائیں، لہٰذا نبوت کے معنی ہوئے ان خبروں کو پہنچانا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے پسندیدہ اور مقبول بندوں کو پہنچی ہیں اور جو خدا کی بتائی ہوئی خبروں کو ان کے بندوں تک پہنچائے اسے نبی کہا جاتا ہے۔ رسول رسالت سے نکلا ہے رسالت کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ اور ان کے بندوں کے درمیان سفارت یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ کی بات اس کے بندوں تک پہنچائے اسے رسول کہتے ہیں۔

نبی اور رسول کے درمیان فرق

ماقبل میں نبوت اور رسالت کی تعریف سے معلوم ہوا کہ نبی اور رسول کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے، اس لئے کہ رسول اور نبی دونوں اللہ کی باتوں کو اس کے بندوں تک پہنچانے کا کام کرتے ہیں، لیکن صحیح یہ ہے کہ نبی اور رسول کے درمیان فرق ہے، اس لئے کہ انبیاء کی تعداد بعض احادیث میں ایک لاکھ سے بھی زائد آئی ہے، جب کہ رسولوں کی تعداد تین سو پندرہ بتائی گئی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول خاص ہے اور نبی عام ہے، ہر رسول نبی ہوتا ہے لیکن ہر نبی رسول نہیں ہوتا ہے، بعض علماء نے رسول اور نبی کے درمیان یہ فرق کیا ہے کہ نبی اللہ تعالیٰ کا وہ نیک اور پسندیدہ بندہ ہے جس پر اللہ تعالیٰ کی وحی آتی ہو اور وہ بندوں کی ہدایت ورہنمائی اور اللہ تعالیٰ کے احکام کو پہونچانے کا کام کرتا ہو، خواہ ان پر کوئی کتاب نازل ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو اور وہ انبیاء میں جن کو کوئی خصوصی امتیاز حاصل ہو، مثلاً: ان کو کوئی نئی کتاب یا نئی شریعت دی گئی ہو یا کسی نئی امت کی طرف ان کو بھیجا گیا ہو اس کو رسول کہتے ہیں۔

(مولانا ادریس کاندھلوی عقائد اسلام ۱/۶۷، ادارہ اسلامیات کراچی ۲۰۰۱ء)

نبوت ورسالت کی حقیقت

رسولوں پر ایمان کے لئے ضروری ہے کہ یہ عقیدہ رکھا جائے کہ نبوت ورسالت اللہ تعالیٰ کا عطا کیا ہوا ایک عہدہ ہے، اللہ تعالیٰ جن کو چاہتا ہے اس کو نبوت سے سرفراز فرماتا ہے، انسان اپنی محنت اور ہنر کے ذریعہ اس منصب پر فائز نہیں ہوسکتا ہے اس لئے کہ نبوت اللہ تعالیٰ کی نیابت وخلافت اور بندوں تک اللہ تعالیٰ کے پیغام کو پہونچانا ہے اور بادشاہ جب تک کسی کو اپنا نائب اور سفیر نہ بنائے اس وقت تک کوئی اپنی قابلیت سے سفیر نہیں بن سکتا ہے، اسی کو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں واضح کیا ہے۔

وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَنْ يَشَاءُ. (البقرة:۱۰۵)

اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت کے لئے مخصوص فرمالیتا ہے۔

اسی طرح یہ عقیدہ بھی ضروری ہے کہ رسول بھی عام انسانوں کی طرح انسان ہوتے ہیں، ان میں انسانی خصوصیات ہوتی ہیں وہ کھاتے پیتے بھی ہیں، انہیں بیماری لاحق ہوتی ہے، انہیں موت کے مرحلے سے بھی گزرنا پڑتا ہے، لیکن انسانی خصوصیات کے ساتھ ساتھ وہ انسانوں میں سب سے افضل ہوتے ہیں، بات چیت میں سب سے سچے، سخاوت وفیاضی میں سب سے آگے، اخلاق وعادات میں سب سے بلند اور گناہوں سے انتہائی دور، لوگوں کے ساتھ سلوک کرنے میں سب سے زیادہ رحم دل ہوتے ہیں، سورہ کہف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَى إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَهُكُمْ إِلَهٌ وَاحِد. (الكهف: ۱۱۰)

اے نبی! آپ کہہ دیجئے کہ میں تمہاری طرح انسان ہوں، میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ میرا اور تمہارا پروردگار ایک ہے۔

رسولوں کو بھیجے جانے کی حکمت

اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو مختلف حکمتوں کے پیش نظر دنیا میں بھیجا ہے، ان میں چند حکمتیں یہ ہیں:

(۱) انسانوں کو بندوں اور مخلوق کی عبادت سے نکال کر اللہ رب العزت کی عبادت پر لگانا، مخلوق کی غلامی کا طوق اتار کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کی آزادی عطا کرنا اور اس عظیم مقصد کی یاددہانی کرانا، جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولاً أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ.

(النحل: ۳۶)

اور ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ (لوگو!) صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو
اور تمام باطل معبودوں سے بچو۔

(۲) رسولوں کو بھیجنے کی ایک حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ بندوں پر حجت اور دلیل قائم کرنا چاہتے ہیں، تاکہ کل قیامت میں کسی کے لئے عذر نہ رہ سکے کہ ہمیں دین اسلام پہنچانے والا کوئی نہیں پہنچا اور ہم اپنی عقل سے اسلام کے حق ہونے اور ایک اللہ تعالیٰ کے خالق و مالک ہونے کا فیصلہ نہیں کر سکے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

رُسُلاً مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزاً حَكِيْماً. (النساء: ۱۶۵)

ہم نے انہیں رسول بنایا جو خوشخبریاں سنانے والے اور ڈرانے والے ہیں، تاکہ رسولوں کو بھیجنے کے بعد لوگوں کی اللہ تعالیٰ پر کوئی حجت نہ رہ جائے، اللہ تعالیٰ بڑا غالب اور بڑا باحکمت ہے۔

(۳) رسولوں کو بھیج کر اللہ تعالیٰ بعض غیبی باتیں بتاتے ہیں جن کا احساس انسان اپنی عقل سے نہیں کر سکتا ہے، مثلاً اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات، فرشتے، قیامت کے دن واقع ہونے والے کام، حساب وکتاب، جنت وجہنم وغیرہ۔

(۴) رسولوں کو بھیجنے کی ایک حکمت یہ بھی تھی تاکہ رسولوں کے ذریعہ لوگوں کو زندگی گزارنے کا طور وطریقہ بتایا جائے اور اس ختم ہو جانے والی دنیا کی حقیقت ان پر واضح کی جائے، لوگوں کو ان چیزوں سے ڈرایا جائے جو ان کو ہلاک و برباد کرنے والی ہیں اور ان کے نفس اور دل کی اصلاح کی جائے۔

أُولٰئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ. (الانعام: ۹۰)

یہی وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت دی، پس آپ بھی انہی کے راستہ پر چلئے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْهِمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ. (الممتحنة: ٦)

یقیناً تمہارے لئے ان لوگوں میں بہترین نمونہ ہے۔

رسالت کی ضرورت واہمیت

ہر تہذیب اور شہری زندگی میں تین چیزیں بنیادی حیثیت رکھتی ہیں: (۱) غور وفکر کا طریقہ (۲) اخلاق کے اصول (۳) اور شہری زندگی گزارنے کے قوانین اور یہ تینوں انسانی اجتہاد کا نتیجہ ہوتے ہیں، اور انسان اپنی عقل اور اپنے تجربہ کی بنیاد پر یہ چیزیں وجود میں لاتا ہے، جس میں غلطی کا امکان ہوتا ہے اور اصلاح کی ضرورت ہوتی ہے، لیکن رسولوں پر ایمان کی بنیاد پر جو تہذیب وجود میں آتی ہے وہ ان خرابیوں سے پاک ہوتی ہے، اس لئے کہ اخلاق کے اصول، غور وفکر کے طریقے اور شہری قوانین یہ تینوں دنیا کے بنانے والے خالق و مالک کی رہبری اور ہدایت کے تحت انجام دیے جاتے ہیں، اس لئے اس تہذیب میں اعتدال اور پائیداری ہوتی ہے اور چوں کہ یہ تہذیب سچائی اور مضبوط بنیادوں پر قائم ہوتی ہے، اس لئے وہ ہر وقت اور ہر زمانے میں سچی اور برحق ہوتی ہے، یہ تہذیب جس نے قائم کی ہے وہ خدا کا رسول ہے، اس کے پاس خدا کا بخشا ہوا علم ہے، اس علم میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے، وہ جو کچھ بھی پیش کرتا ہے وہ خدا کی طرف سے پیش کرتا ہے، اس لئے اس کے غلط راستہ پر چلے جانے کا کوئی امکان نہیں ہے، اس لئے ضروری ہے کہ رسولوں پر ایمان لایا جائے اور ان کے مقرر کی ہوئی تہذیب کو اختیار کیا جائے۔

(علی موسیٰ رضا مہاجر، تحفۂ قرآنیہ ص: ۵۶ بزم علمیہ کلل منڈی حیدرآباد)

رسولوں پر ایمان کا مطلب

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی رہبری ورہنمائی کے لئے ہر دور میں اور ہر قوم میں نبی اور رسول کو بھیجا، جنھوں نے قوموں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت واطاعت پر لگانے کی محنت کی، ایک مومن کے لئے ضروری ہے کہ وہ تمام انبیاء کے حق اور سچ ہونے کا اعتقاد رکھے اور جن انبیاء کا تذکرہ قرآن میں ان کے ناموں کے ساتھ تفصیلی آیا ہے ان پر تفصیلی طور پر اور جن کا

تذکرہ نہیں آیا ہے ان پر اجمالاً ایمان لائے، قرآن میں اللہ تعالی نے پچیس انبیاء کا تذکرہ کیا ہے، ان میں پانچ الوالعزم پیغمبر ہیں، الوالعزم سے مراد وہ رسول ہیں جو دعوت دین میں حد درجہ کوشش کرنے والے اور راہ میں آنے والی تکالیف ومصیبت کو بڑے صبر اور حوصلے سے برداشت کرنے والے تھے، گو تمام انبیاء میں یہ خصوصیات تھیں، لیکن پانچ انبیاء میں یہ خصوصیت سب سے زیادہ تھی، وہ یہ ہیں: حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد ﷺ۔

انبیاء کی تعداد

انبیاء میں پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور سب سے پہلے رسول حضرت نوح علیہ السلام ہیں اور سب سے آخری نبی حضرت محمد ﷺ ہیں، قرآن میں پچیس انبیاء کا تذکرہ اور نام آیا ہے، لیکن انبیاء کی تعداد اس سے زائد ہے، اس لئے کہ بعض انبیاء کا تذکرہ اللہ تعالی نے قرآن کریم میں کیا ہے اور بعض کا نہیں کیا ہے، خود اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

وَرُسُلاً قَدْ قَصَصْنَاهُمْ عَلَيْكَ مِن قَبْلُ وَرُسُلاً لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ. (النساء: ۱۶۴)

اور آپ سے پہلے بہت سے رسولوں کے واقعات ہم نے آپ سے بیان کئے ہیں اور بہت سے رسولوں کے نہیں کئے۔

انبیاء پر ایمان کے سلسلے میں کسی خاص اور متعین تعداد پر ایمان لانا ضروری نہیں ہے، اس لئے انبیاء کی تعداد کا جاننا بھی ضروری نہیں ہے، البتہ بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے ان میں رسولوں کی تعداد تین سو پندرہ ہے جیسا کہ مسند احمد کی روایت میں ہے کہ حضرت ابوذر نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ! انبیاء کی تعداد کتنی ہے؟ تو آپ نے فرمایا:

مائة ألف وأربعة وعشرون ألفا الرسل من ذلك ثلاث مائة

وخمسة عشر جما غفيرا. (رواه أحمد، باب حديث أبي أمامة الباهلي، حديث نمبر: ٢٢٢٨٨)

ان کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے، ان میں سے رسولوں کی تعداد تین سو پندرہ ہے۔

لیکن یہ حدیث خبر واحد ہے اور عقیدہ کے باب میں خبر واحد سے فیصلہ نہیں کیا جا سکتا ہے اس لیے کہ محققین علماء کی رائے یہ ہے کہ انبیاء کی تعداد متعین نہ کی جائے؛ بلکہ یہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی ہدایت کے لیے جس قدر انبیاء کو بھیجا ہم تمام پر ایمان لاتے ہیں۔

تمام انبیاء پر ایمان

رسولوں پر ایمان کے سلسلے میں یہ بہت ضروری ہے کہ تمام انبیاء ورسولوں پر ایمان لایا جائے، ہر نبی کی تعظیم کی جائے اور کسی کی شان میں معمولی سی بھی گستاخی نہ کی جائے؛ کیوں کہ تمام انبیاء ایک ہی گروہ اور جماعت ہیں، سب کی تعلیم ایک، سب کا دین ایک ہے، حضرت ابوہریرہؓ حضور پاک ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں: ”الأنبياء إخوة لعلات أمهاتهم شتى ودينهم واحد“ (بخاری، باب قول الله: اذكر في الكتاب، حديث نمبر: ٣٤٤٣) تمام انبیاء آپس میں باپ شریک بھائی ہیں (یعنی سب کے باپ ایک ہیں) اور مائیں الگ الگ ہیں اور ان سب کا دین ایک ہے، جو شخص انبیاء میں سے کسی کو بھی جھٹلائے گا وہ تمام انبیاء کو جھٹلانے کا مجرم ہوگا اور کسی ایک نبی کا انکار کرنا تمام انبیاء کا انکار کرنا ہے، جس سے آدمی کافر ہو جاتا ہے، یہودی حضرات تمام انبیاء پر ایمان رکھتے تھے، لیکن حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد ﷺ کا انکار کرتے تھے اور عیسائی حضرت محمد ﷺ کی نبوت کے منکر تھے، قرآن کریم نے دونوں جماعتوں کو کافروں میں شمار کیا ہے، قرآن کریم کی سورہ نساء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيُرِيدُونَ أَن يُفَرِّقُواْ بَيْنَ اللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيَقُولُونَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَيُرِيدُونَ أَن يَتَّخِذُواْ بَيْنَ ذَلِكَ سَبِيلاً. أُوْلَـئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ حَقّاً وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ عَذَاباً مُّهِيناً. (النساء: ۱۵۰، ۱۵۱)

جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے پیغمبروں سے کفر کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے پیغمبروں کے درمیان فرق رکھیں اور کہتے ہیں ہم کسی پر ایمان لائے ہیں اور کسی کے ہم منکر ہیں اور چاہتے ہیں کہ ایک درمیانی راہ نکالیں تو یہی لوگ حقیقی کافر ہیں اور ہم نے کافروں کے لئے ذلت آمیز عذاب تیار کر رکھا ہے۔

انبیاء کا معصوم ہونا

اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت اور پیغام پہونچانے کے لئے اور اس کی تبلیغ کے لئے کائنات میں افضل اور پیدائش واخلاقی اعتبار سے سب سے کامل انسانوں کا انتخاب کیا جو صغیرہ کبیرہ گناہوں سے معصوم تھے، انبیاء کا معصوم ہونا اور ان کے ظاہر وباطن کا پاک وصاف ہونے کا عقیدہ رکھنا ایمان کا حصہ ہے، اگر انبیاء معصوم نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ بلا چوں چرا ان کی اطاعت کا حکم نہ دیتا اور نہ ان کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیتا اور نہ ہی انبیاء کے ہاتھ پر بیعت کو اپنے ہاتھ پر بیعت قرار دیتا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مَّنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ. (النساء: ۸۰)

جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِم. (الفتح: ۱۰)

تحقیق کہ جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ سے بیعت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے۔

معصوم کا مطلب ہے کہ کوئی صغیرہ یا کبیرہ گناہ جان بوجھ کر یا بغیر ارادہ کے نبی سے صادر نہیں ہوسکتا ہے، عصمت ایک ایسا وصف ہے جو انبیاء کو ہر قسم کے گناہوں سے روکے رکھتا ہے اور یہ معصوم ہونا انبیاء کی خاص صفت ہے، انبیاء کے علاوہ کوئی اور معصوم نہیں ہے، شرح فقہ اکبر میں ہے:

الأنبياء عليهم السلام كلهم منزهون عن الصغائر والكبائر.

(ابو حنيفه، نعمان ابن ثابت، فقه اكبر، القول في عصمة الانبياء، ص:

۵۶، مکتبه الفرقان الامارات العربيه ۱۹۹۹ء)

تمام کے تمام انبیاء صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے پاک ہیں۔

معجزات نبوت کی دلیل ہیں

معجزات وہ خلاف عادت امور کو کہتے ہیں جو عام انسانی طاقت وقدرت سے باہر ہوں، ان کا تعلق دیکھنے سے بھی ہوتا ہے اور سننے سے بھی ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ حضرات انبیاء کو ان کی نبوت ورسالت کی دلیل کے طور پر معجزات عطا فرماتے ہیں تاکہ لوگ ان معجزات اور خلاف عادت کام کو دیکھ کر ان کی نبوت کا یقین کرلیں اور ان پر ایمان لے آئیں، اس لئے کہ جب وقتاً فوقتاً عالم غیب سے ان کی تائید کے نشانات ظاہر ہوں گے اور کسی ظاہری سبب کو اس میں دخل نہیں ہوگا تو لوگ یہ سمجھیں گے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے نبی اور رسول ہیں، اللہ تعالیٰ کی غیبی تائید اور مدد ان کے ساتھ ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے آگ کا ٹھنڈا ہوجانا، موسیٰ علیہ السلام کے لئے عصا کا سانپ بن جانا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا سے مردوں کا زندہ ہوجانا، آپ ﷺ کی انگلی سے چشمہ جاری ہوجانا، ایک اشارے پہ چاند کا دو ٹکڑے ہوجانا، یہ حیرت انگیز کارنامے ہیں جو انسانی طاقت سے باہر ہیں، کوئی بڑے سے بڑا جادوگر بھی یہ کام انجام نہیں دے سکتا ہے، معلوم ہوا کہ معجزات اللہ

تعالیٰ، حضرات انبیاء کی صداقت کے لئے ظاہر فرماتا ہے، ایک مسلمان کا یہ عقیدہ ہونا چاہئے کہ تمام انبیاء کے معجزات برحق ہیں۔ معجزات کے تعلق سے یہ بات بھی قابل غور ہے کہ معجزہ کا دکھانا کسی نبی کا اپنے اختیار اور قدرت میں نہیں ہے، بلکہ معجزات کا ظہور اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوتا ہے جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جب بنی اسرائیل کے پاس معجزہ دے کر بھیجا گیا تو انہوں نے کہا:

أَنِّىٓ أَخۡلُقُ لَكُم مِّنَ ٱلطِّينِ كَهَيۡـَٔةِ ٱلطَّيۡرِ فَأَنفُخُ فِيهِ فَيَكُونُ طَيۡرًۢا بِإِذۡنِ ٱللَّهِ۔ (آل عمران: ۴۹)

میں تمہارے لئے مٹی سے پرندے کی شکل کی مانند کچھ بناؤں گا پھر اس میں پھونکوں گا تو وہ اللہ کے حکم سے پرندہ بن جائے گا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے نبی اور رسول ہیں

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں، ان کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا سمجھنا غلط اور باطل نظریہ ہے، قرآن میں جگہ جگہ اس کی تردید کی گئی ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے بغیر باپ کے پیدا کیا ہے، اور انہیں سولی پر نہیں چڑھایا گیا ہے؛ بلکہ انہیں زندہ آسمان پر اٹھالیا گیا ہے، قیامت کے قریب وہ آسمان سے اتریں گے، چالیس سال زمین پر رہیں گے، پھر ان کا انتقال ہوگا اور حضور ﷺ کے روضہ مبارک کے قریب دفن ہوں گے، قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَقَوۡلِهِمۡ إِنَّا قَتَلۡنَا ٱلۡمَسِيحَ عِيسَى ٱبۡنَ مَرۡيَمَ رَسُولَ ٱللَّهِ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَٰكِن شُبِّهَ لَهُمۡ۔ (النساء: ۱۵۷)

اور یہودی کہتے ہیں کہ ہم نے اللہ کے رسول عیسیٰ بن مریم کو قتل کردیا، حالاں کہ نہ انہوں نے قتل کیا ہے، اور نہ ہی انہوں نے سولی دی ہے؛ بلکہ یہ معاملہ ان کے لئے مشتبہ کردیا گیا ہے۔

ختم نبوت

حضرت محمد ﷺ تمام نبیوں کے سردار اور تمام انبیاء میں سب سے افضل ہیں، قرآن کریم، احادیث متواترہ اور امت کے اجماع سے ثابت ہے کہ آپ خاتم الانبیاء اور آخری نبی ہیں، آپ پر منصب نبوت کی تکمیل ہوگئی، آپ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں ہے، آپ ﷺ کی آمد سے پہلے ہی تمام انبیاء آپ کی آمد کی خوشخبری دیتے تھے اور اس کا اعلان کرتے تھے کہ محمد ﷺ آخری نبی ہیں، توریت، انجیل اور تمام انبیاء سابقین کے صحیفوں میں آپ کا خاتم الانبیاء ہونا مذکور تھا، آپ کی شریعت اور کتاب نے پچھلی تمام شریعت وکتاب کو ختم کردیا، آپ کے بعد قیامت تک کوئی نبی نہیں آئے گا اور جو آپ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے وہ کافر مرتد اور زندیق ہے، آپ ﷺ کے آخری نبی ہونے کا عقیدہ ایمان کا جز ہے، اگر کوئی آپ ﷺ کو نبی مانے لیکن آخری نبی نہ مانے تو وہ مومن نہیں سمجھا جائے گا۔

ختم نبوت کی نقلی دلیل

آپ ﷺ کا آخری نبی ہونا قرآن واحادیث سے ثابت ہے، قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ. (الاحزاب: ۴۰)

محمد ﷺ تمہارے مردوں کے باپ نہیں ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے رسول اور تمام انبیاء کے ختم کرنے والے ہیں۔

احادیث میں متعدد روایات میں آپ ﷺ کا آخری ہونا مذکور ہے، حضرت ابوہریرہ کی روایت ہے:

فضلت على الأنبياء بست أعطيت جوامع الكلم ونصرت بالرعب واحلت لي الغنائم وجعلت لي الأرض مسجدا وطهورا

وأرسلت إلى الخلق كافة وختم بي النبيون.

(مسلم، كتاب المساجد ومواضع الصلاة، حديث نمبر: ۵۲۳)

مجھے تمام انبیاء پر چھ وجہ سے فضیلت دی گئی ہے: (۱) مجھے کلمات جامعہ عطا کئے گئے (۲) رعب کے ذریعہ میری مدد کی گئی (۳) میرے لئے مال غنیمت حلال کردیا گیا (۴) میرے لئے پوری زمین کو نماز پڑھنے کی جگہ اور پاک کرنے والی بنادیا گیا (۵) مجھے تمام لوگوں کی طرف بھیجا گیا (۶) میرے ساتھ تمام انبیاء کو ختم کیا گیا۔

اس آیت اور روایت میں صاف ہے کہ آپ ﷺ آخری نبی ہیں، بہت سی روایتوں میں اس کی بھی صراحت ہے میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

ختم نبوت کی عقلی دلیل

دنیا میں انبیاء کی آمد کے تین اسباب ہیں: (۱) کسی قوم کی ہدایت کے لئے کوئی نبی نہ آیا ہو تو اس قوم میں نبی بھیجا جاتا ہے (۲) پہلے کوئی نبی آیا تھا؛ مگر اس کی تعلیمات اصل حالت پر باقی نہیں رہی اور اس پر عمل ممکن نہیں رہا تو دوبارہ اس قوم میں نبی بھیجا جاتا ہے۔(۳) کبھی پہلے نبی کی تعلیم اور ہدایت میں مزید اضافہ کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے نبی بھیجا جاتا ہے؛ لیکن آپ ﷺ کی بعثت کے بعد نبیوں کے آنے کے تینوں اسباب ختم ہو گئے، آپ کی نبوت تمام انسانیت کے لئے ہے، اس لئے اب الگ الگ قوموں کے لئے نبی آنے کی ضرورت نہیں، آپ کی لائی ہوئی کتاب اور آپ کی تعلیمات اپنی صحیح شکل میں موجود ہیں، لہٰذا کسی نئی کتاب یا نئی ہدایت کے آنے کی بھی ضرورت نہیں ہے اور آپ کی تعلیم اور ہدایت مکمل اور جامع ہے اس میں کسی اضافہ کی بھی ضرورت نہیں ہے، جب یہ تینوں اسباب موجود نہیں ہیں تو کہنا پڑے گا کہ آپ ﷺ کی رسالت کے بعد نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے اور قیامت تک یہ دروازہ نہیں کھل سکتا ہے، ختم نبوت کا عقیدہ ایمان کا ضروری حصہ ہے جس

طرح حضور ﷺ پر ایمان لانا ضروری ہے اسی طرح آپ کو آخری نبی بھی ماننا ضروری ہے۔ (علی موسیٰ رضا مہاجر، تحفہ قرآنیہ، ص: ۵۹، بزم علمیہ کٹل منڈی حیدرآباد، ۱۲۷۸ھ)

محمد ﷺ انبیاء میں سب سے افضل ہیں

انسانوں میں سب سے افضل حضرات انبیاء کی جماعت ہے، پھر انبیاء علیہم السلام میں درجے کے اعتبار سے فرق ہے، بعض انبیاء کو بعض پر فضیلت حاصل ہے اور تمام انسانوں اور تمام انبیاء میں سب سے افضل اور اعلیٰ محمد ﷺ ہیں، آپ تمام انبیاء کے سردار ہیں، قرآن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ مِّنْهُم مَّن كَلَّمَ اللّهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَات. (البقرۃ: ۲۵۳)

ان انبیاء میں سے بعض کو ہم نے بعض پر فضیلت دی، ان میں بعض وہ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے ہم کلامی کی اور ان میں سے بعض کے درجات کو بلند کر دیا۔

آپ ﷺ کے افضل الانبیاء ہونے کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام پیغمبروں سے اس بات کا عہد لیا تھا کہ اگر وہ محمد ﷺ کا زمانہ پائیں تو وہ ضرور ان پر ایمان لائیں اور ان کی نصرت و مدد کریں، احادیث سے بھی آپ ﷺ کا انبیاء کا سردار ہونا ثابت ہوتا ہے، ترمذی کی روایت ہے:

أنا سيد ولد آدم يوم القيامة وبيدي لواء الحمد ولا فخر وما من نبي يومئذ آدم فمن سواه إلا تحت لوائي يوم القيامة. (ترمذی، باب ومن سورة بني اسرائيل، حديث نمبر: ۳۱۴۸)

میں قیامت کے دن تمام اولاد آدم کا سردار ہوں گا، میرے ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا اور اس پر مجھے کوئی فخر نہیں۔ قیامت کے دن آدم اور ان کے علاوہ جتنے بھی انبیاء ہیں سب میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔

آپ ﷺ پر ایمان کے تقاضے

رسولوں پر ایمان کی ضرورت واہمیت کے بعد ضروری معلوم ہوتا ہے کہ محمد ﷺ پر ایمان کے تقاضے پر بھی غور کیا جائے، اس سلسلے میں جاننا چاہئے کہ ایمان کی دو قسمیں ہیں: (۱) اصل ایمان اور کمال ایمان، اصل ایمان تو یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی رسالت کا زبان سے اقرار کیا جائے اور دل سے آپ کو سچا رسول تسلیم کیا جائے اور کمال ایمان یہ ہے کہ رسالت کے اقرار وتصدیق کے ساتھ رسالت کے بعض تقاضے اور شرائط کو بھی پورا کیا جائے، یعنی ایک مسلمان کا ایمان اس وقت مکمل ہوگا جب وہ رسالت کے چار تقاضے (۱) محبت رسول (۲) تعظیم رسول (۳) نصرت رسول (۴) اطاعت رسول کو پورا کرے ہر ایک کی مختصر وضاحت ذیل میں کی جارہی ہے:

رسول اللہ ﷺ سے محبت

اللہ تعالیٰ سے محبت کے ساتھ ساتھ رسول اللہ ﷺ سے محبت کرنا ایمان کے کامل ہونے کے لئے ضروری ہے، محبت کی دو قسمیں کی جاتی ہیں: ایک عقلی محبت جیسے ایک بیمار دوائی سے کرتا ہے اور ایک طبعی محبت جیسے باپ اپنے بیٹے سے کرتا ہے، علماء نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ سے عقلی طور پر بھی محبت کرنی چاہئے اور طبعی طور پر بھی محبت کرنی چاہیے، اس لئے محبت کے چار اسباب ہیں: (۱) قرابت ورشتہ: جیسے باپ اپنے بیٹے سے محبت کرتا ہے (۲) جمال اور خوبصورتی: ہر انسان طبعی طور پر خوبصورت چیز سے محبت کرتا ہے (۳) کمال: کسی کے اندر کوئی کمال ہو تو لوگ اس کے اس کمال کی وجہ سے اس سے محبت کرتے ہیں، اگر وہ بد صورت ہی کیوں نہ ہو (۴) احسان: انسان اپنے محسن سے طبعی طور پر محبت کرتا ہے آپ ﷺ کے اندر محبت کے یہ چاروں اسباب پائے جاتے ہیں، آپ سے قرابت اور رشتہ بھی ہے، اسی وجہ سے ازواج مطہرات کو پوری امت کی ماں کہا گیا ہے اور آپ روئے زمین پر سب

سے خوبصورت تھے، حضرت عائشہؓ آپ کی خوبصورتی بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں: میں تاریک رات میں آپ کے چہرے انور کی روشنی سے سوئی میں دھاگہ ڈال لیتی تھی اور آپ کے کمال کا حال یہ تھا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اولین وآخرین تمام کا علم عطا کر دیا تھا اور آپ امت کے سب سے بڑے محسن ہیں، آپ کا سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ جب امت نفسی نفسی کے عالم میں ہوگی اور انبیاء کرام کچھ کرنے سے قاصر ہوں گے اس وقت آپ ﷺ امت کی سفارش کے لئے اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ ریز ہوں گے، اس لئے ایک مومن کے لئے ضروری ہے کہ وہ سب سے زیادہ حتی کہ اپنی جان ومال اور عزیز تمام چیزوں سے زیادہ آپ ﷺ سے محبت کرے، آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

لا یؤمن أحدکم حتی أکون أحب إلیه من والده وولده والناس أجمعین. (صحیح البخاری، کتاب الایمان، حدیث نمبر:۱۵)

تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ مجھ سے اپنے والدین، اولاد بلکہ تمام انسانوں سے بڑھ کر محبت نہ کرے۔

رسول اللہ ﷺ کی تعظیم

رسول پر ایمان اور رسول سے محبت کا بنیادی تقاضہ ہے کہ ان کی تعظیم کی جائے، قرآن کریم نے آپ کی تعظیم کے کئی پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے، چنانچہ سورہ حجرات میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اے ایمان والو تم اللہ اور اس کے رسول سے کسی معاملہ میں سبقت نہ کیا کرو'' (الحجرات:۱) یعنی کسی بھی معاملے میں رسول سے آگے بڑھنے کی کوشش مت کرو، اس لئے کہ یہ رسول کی تعظیم کے خلاف ہے، اسی طور پر سورہ نور میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''(اے مسلمانو!) تم رسول کے بلانے کو آپس میں ایک دوسرے کے بلانے کے مثل قرار نہ دو'' (النور:۶۳) یعنی جس طرح تم ایک دوسرے کو اس کے ناموں سے بلاتے ہو اسی طرح تم رسول کو ان کے ناموں سے مت بلاؤ، لوگوں کی تعلیم وتربیت کے لئے خود اللہ تعالیٰ نے

بھی قرآن کریم میں آپ ﷺ کو ان کے نام سے نہیں پکارا بلکہ ”یا ایہا النبی“ ”یا ایہا الرسول“ کہہ کر یاد کیا، اسی طرح سورہ حجرات میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تلقین فرمائی کہ ”اے ایمان والو! اپنی آواز کو نبی کی آواز سے بلند نہ کیا کرو اور نہ ان کے سامنے زور سے بولو جس طرح تم آپس میں زور زور سے بولتے ہو“ کہیں تمہارے اعمال ضائع نہ ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو“ (الحجرات:۲) یعنی نبی کا نام لے کر مت پکارو، نبی کے سامنے آواز بلند مت کرو، اس لئے یہ نبی کی تعظیم کے خلاف ہے اور نبی کی شان میں بے ادبی کرنے سے انسان کے تمام نیک اعمال ضائع ہو سکتے ہیں، یہاں تک کہ انسان دولت ایمان سے محروم بھی ہو سکتا ہے، اس لئے ایک مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ نبی کی حد درجہ تعظیم کرے۔

رسول اللہ ﷺ کی نصرت

آپ ﷺ جس پیغمبرانہ مشن کے ساتھ اس دنیا میں تشریف لائے اس مشن میں آپ کا ساتھ دینا درحقیقت نبی ﷺ کی نصرت و مدد کرنا ہے اور آپ ﷺ کی بعثت کا مقصد تھا لیظھرہ علی الدین کلہ (اس دین حق کو تمام ادیان عالم پر غالب کرنا) حضرات صحابہ نے آپ کے اس مشن کو پوری طرح انجام دیا تھا، اس وجہ سے ان کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے رضا و خوشنودی کا سرٹیفکٹ ملا تھا (رضی اللہ عنہ ورضوا عنہ) ایک مسلمان کے لئے نبی پر ایمان کا تقاضہ یہ ہے کہ آپ کے مشن کو اپنی وسعت و طاقت کے بقدر عام کرے اس کے لئے اپنی جان اور مال کی پرواہ نہ کرے، قرآن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

الَّذِيْنَ آمَنُواْ وَهَاجَرُواْ وَجَاهَدُواْ فِيْ سَبِيْلِ اللّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ أَعْظَمُ دَرَجَةً عِندَ اللّهِ وَأُوْلَئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ. (التوبة: ۲۰)

جو لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں اپنے اموال اور اپنی جانوں سے جہاد کرتے رہے، وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں درجہ کے اعتبار سے بڑے ہیں اور وہی لوگ کامیاب ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کی اطاعت

آپ ﷺ پر ایمان کا آخری تقاضہ یہ ہے کہ آپ کی اطاعت کی جائے، آپ کے اسوہ کو اپنایا جائے اور آپ کے نقش قدم پر زندگی گزاری جائے، اس لئے کہ محبت کا تقاضہ اطاعت ہے اگر کوئی نبی سے محبت تو کرے؛ لیکن نبی کی اطاعت نہ کرے تو وہ مومن نہیں ہے، ابوجہل کو بھی آپ ﷺ سے محبت تھی اور جس وقت آپ ﷺ اس دنیا میں تشریف لائے اور زمین آپ کی ولادت کے نور سے منور ہوئی تو ابوجہل کی باندی ثوبیہ نے آکر ابوجہل کو خوشخبری سنائی، ابوجہل نے اس خوشی پر ثوبیہ کو آزاد کردیا، ابوجہل بچپن میں آپ ﷺ سے بہت زیادہ محبت کرتا تھا، آپ کو گود میں لیکر کھیلتا تھا، لیکن آپ نے جب نبوت کا دعویٰ کیا اور **أنذر عشيرتك الأقربين** (اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرایئے) کی بنیاد پر اپنے خاندان والوں کو اپنے پیغمبر ہونے کی خبر سنائی تو سب سے پہلے ابوجہل نے ہی آپ کی اطاعت سے انکار کر کے کافروں اور نافرمانوں کی فہرست میں شامل ہوگیا اور بغیر اطاعت کے نبی سے محبت کوئی کام نہ آسکی، اسی لئے قرآن کریم نے مختلف مقامات پر اپنی اطاعت کے ساتھ ساتھ نبی کی اطاعت کا حکم دیا ہے، ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کے لئے نبی کی اطاعت کو ضروری قرار دیا ہے:

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ.(آل عمران: ۳۱)

آپ کہہ دیجئے! اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری اطاعت کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا۔

خلاصہ:

اللہ تعالیٰ پر ایمان کے لئے انبیاء پر ایمان لانا ضروری ہے اور حضرات انبیاء اللہ تعالیٰ کے محبوب اور پسندیدہ بندے ہیں، جو گناہوں سے پاک ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کو اس منصب پر سرفراز کرتا ہے، یہ لوگ اس منصب پر ہمیشہ فائز رہتے

ہیں، کبھی اس منصب سے معزول نہیں ہوتے، انسانوں میں سب سے افضل حضرات انبیاء ہیں اور انبیاء میں سب سے افضل محمد ﷺ ہیں، آپ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں، آپ پر نبوت کا دروازہ بند ہوگیا، ان باتوں کا اقرار کرنا اور دل سے ان کو مان لینا رسولوں پر ایمان لانا کہلاتا ہے۔

رسولوں کے متعلق عقائد

﴿عقیدہ﴾ پیغمبر کفر و شرک اور جھوٹ اور تمام گناہوں اور برے کاموں اور عادتوں سے پاک ہوتے ہیں، ان سے جان بوجھ کر یا بھول کر کوئی بڑا یا چھوٹا گناہ نہیں ہوتا ہے۔

﴿عقیدہ﴾ پیغمبر تمام انسانوں میں سب سے اچھے اخلاق اور عادات والے ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے احکام بندوں تک پورے پورے پہنچاتے ہیں، کسی بات کو چھپاتے نہیں ہیں نہ ہی اس میں کمی زیادتی کرتے ہیں۔

﴿عقیدہ﴾ نبیوں اور رسولوں کی پوری گنتی ٹھیک اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ ہم اس کے بھیجے ہوئے تمام نبیوں اور رسولوں پر ایمان لاتے ہیں۔

﴿عقیدہ﴾ سب سے پہلے پیغمبر حضرت آدم اور سب سے آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ ہیں۔

﴿عقیدہ﴾ تمام نبیوں اور رسولوں میں سب سے زیادہ مرتبہ ہمارے پیغمبر حضرت محمد ﷺ کا ہے۔

﴿عقیدہ﴾ نبیوں اور رسولوں کا سلسلہ ہمارے نبی ﷺ پر ختم ہوگیا ہے۔ آپ کے بعد قیامت تک کوئی نبی نہیں آسکتا ہے۔

﴿عقیدہ﴾ ہمارے پیغمبر محمد ﷺ کے بعد جو شخص کسی قسم کے نبی یا رسول ہونے کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے اور جو اس کو سچا جانے وہ بھی ایمان سے خارج ہے۔

❀❀❀

آخرت پر ایمان

ایمان کے ان بنیادی ارکان میں سے ایک، جن کے بغیر ایمان کامل ومکمل نہیں ہوتا، آخرت پر ایمان رکھنا ہے، قرآن وحدیث میں اس عقیدہ پر بہت زور دیا گیا ہے۔ نیچے آخرت پر ایمان سے متعلق مختصر وضاحت پیش کی جاتی ہے۔

آخرت پر ایمان کیا ہے؟

آخرت پر ایمان کا مطلب ہے کہ انسان یہ عقیدہ رکھے کہ دنیا اور دنیا کی یہ زندگی ایک دن ختم ہوجائے گی، ہر انسان کی انفرادی زندگی سے لے کر دنیا کی ہر چیز فنا ہوجائے گی، انسان قبر میں جائے گا، وہاں کچھ سوالات اور کچھ آزمائشیں یا آسائشیں ہوں گی، پھر پوری دنیا کو فنا کرکے تمام انسانوں حتی کہ تمام مخلوق کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا، میدان حشر میں سب جمع کیے جائیں گے اور پھر وہاں ہر مخلوق کا حساب وکتاب ہوگا، ہر انسان کو اس کا نامۂ اعمال اس کے ہاتھ میں دیا جائے گا اور اعمال کے اعتبار سے کسی کو جہنم اور کسی کو جنت میں داخل کیا جائے گا اور جہنم میں سخت سے سخت سزائیں دی جائیں گی اور جنت میں بڑی بڑی نعمتیں ہوں گی؛ حتی کہ اللہ کا دیدار بھی ہوگا اور آخرت کی زندگی کبھی ختم نہ ہوگی، وہاں کسی کو موت نہیں آئے گی۔

اس عقیدہ میں بنیادی طور پر یہ چیزیں ہیں: (۱) عالم قبر (۲) قیامت کا واقع ہونا (۳) تمام مخلوق کا دوبارہ زندہ کیا جانا (۴) میدان حشر میں تمام مخلوق کا جمع کیا جانا (۵) حساب وکتاب (۶) جزاء وسزاء (۷) جنت وجہنم۔

عالم قبر

دراصل عالم تین ہیں: (۱) عالم ارواح (۲) عالم دنیا (۳) عالم آخرت: عالم

ارواح اس عالم (دنیا) کو کہتے ہیں جہاں تمام مخلوق کی روحیں دنیا میں سے آنے سے پہلے رہتی ہیں اور عالم ارواح سے عالم دنیا اور عالم دنیا سے عالم آخرت میں جانے کے دو راستے ہیں، عالم ارواح سے زیادہ تر مخلوق عالم دنیا میں والدین کے ذریعہ آتی ہیں اور عالم دنیا سے عالم آخرت میں جانے کا راستہ، قبر ہے، قبر اور قبر کی زندگی اور یہاں کی مدت کو عالم برزخ کہتے ہیں، جیسے عالم دنیا کی ابتداء ماں کے پیٹ سے شروع ہوجاتی ہے، اسی طرح عالم آخرت کی شروعات بھی موت اور قبر سے ہی ہوجاتی ہے۔

بہت سی احادیث میں یہ بات آئی ہے کہ انسان سے قبر میں چند سوالات ہوں گے اور انسان کے اچھے یا برے عمل کی جزاء اور سزاء کی جھلک قبر سے ہی شروع ہوجائے گی۔

﴿حَتّٰی اِذَا جَاءَ اَحَدَھُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ (99) لَعَلِّیْ اَعْمَلُ صَالِحًا فِیْمَا تَرَکْتُ کَلَّا اِنَّھَا کَلِمَۃٌ ھُوَ قَائِلُھَا وَمِنْ وَّرَائِھِمْ بَرْزَخٌ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ﴾

یہاں تک کہ جب ان میں کسی پر موت آ کھڑی ہوگی تو وہ کہے گا کہ: میرے پروردگار! مجھے واپس بھیج دیجیے۔ تاکہ جس دنیا کو میں چھوڑ کر آیا ہوں، اس میں جا کر نیک عمل کروں۔ ہرگز نہیں! یہ تو ایک بات ہی بات ہے جو وہ زبان سے کہہ رہا ہے اور ان (مرنے والوں) کے سامنے عالم برزخ کی آڑ ہے۔ جو اس وقت تک قائم رہے گی جب تک ان کو دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جائے۔ (سورہ مومنون: ۹۹-۱۰۰)

﴿فَوَقٰہُ اللّٰہُ سَیِّئَاتِ مَا مَکَرُوْا وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ (45) اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْھَا غُدُوًّا وَّعَشِیًّا وَیَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَۃُ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ﴾

نتیجہ یہ ہوا کہ لوگوں نے جو برے برے منصوبے بنا رکھے تھے، اللہ نے اس (مردمومن) کو ان سب سے محفوظ رکھا اور فرعون کے لوگوں کو بدترین عذاب نے آگھیرا، آگ ہے جس کے سامنے انہیں صبح وشام پیش کیا جاتا ہے اور جس دن قیامت آجائے گی (اس دن حکم ہوگا کہ) فرعون کے لوگوں کو سخت ترین عذاب میں داخل کردو۔ (سورہ غافر:۴۵-۴۶)

عن البراء بن عازب، عن النبي ﷺ قال: ﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ﴾(إبراهيم:۲۷) قال: نزلت في عذاب القبر، فيقال له: من ربك؟ فيقول: ربي الله ونبي محمد ﷺ، فذلك قوله عزوجل: ﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الآخِرَةِ﴾(إبراهيم:۲۷)

براء بن عازبؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ: اللہ کا ارشاد: ''جو لوگ ایمان لائے ہیں، اللہ ان کو اس مضبوط بات پر جماؤ عطا کرتا ہے'' عذاب قبر کے بارے میں نازل ہوئی ہے، چنانچہ اس سے سوال کیا جائے گا کہ تیرا رب کون ہے؟ تو وہ جواب دے گا میرا رب اللہ ہے اور میرے نبی محمد ﷺ ہیں، یہی مطلب ہے اللہ کے اس قول کا: ''جو لوگ ایمان لائے ہیں، اللہ ان کو اس مضبوط بات پر دنیا کی زندگی میں جماؤ عطا کرتا ہے اور آخرت میں بھی۔''

(صحيح مسلم،باب عرض مقعد الميت من الجنة أو النار عليه وإثبات عذاب القبر والتعوذ منه، حديث نمبر ۲۸۷۱)

عن أنس، أن النبي ﷺ قال: لو لا أن تدافنوا لدعوت الله أن يسمعكم من عذاب القبر.

انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: کہ اگر مجھے اس بات کا اندیشہ نہ ہوتا کہ تم اپنے مردوں کو دفن نہ کروگے تو میں اللہ سے دعا کرتا وہ تمہیں

قبر کا عذاب سنا دے۔

(صحیح مسلم،باب عرض مقعد المیت من الجنة أو النار علیه وإثبات عذاب القبر والتعوذ منه، حدیث نمبر ۲۸۶۸)

عن أنس رضی اللہ عنہ، عن النبي ﷺ قال: العبد إذا وضع في قبره، وتولي وذهب أصحابه حتى إنه ليسمع قرع نعالهم، أتاهم ملكان، فأقعداه، فيقولان له: ماكنت تقول في هذا الرجل محمد ﷺ؟ فيقول:أشهد أنه عبد الله ورسوله، فيقال له: انظر إلى مقعدك من النار قد أبدلك الله به مقعدا من الجنة،قال النبي ﷺ: فيراهما جميعا ، وأما الكافر – أو المنافق– فيقول: لاأدري، كنت أقول ما يقول الناس، فيقال: لادريت ولاتليت، ثم يضرب بمطرقة من حديد ضربة بين أذنيه، فيصيح صيحة يسمعها من يليه إلا الثقلين.

انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: کہ بندہ کو جب اس کی قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کو دفن کرنے والے واپس جانے لگتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں اور چپلوں کی آواز سنتا ہے، پھر اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں، وہ اس کو بٹھاتے ہیں، پھر اس سے سوال کرتے ہیں کہ تو اس شخص یعنی محمد ﷺ کے بارے میں کیا کہتا ہے؟ تو وہ جواب دیتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں تو اس سے کہا جاتا ہے کہ تو جہنم میں اپنا ٹھکانہ دیکھ لے، اللہ نے اس کے بدلہ تجھے جنت کا مقام عطا کیا ہے، نبی ﷺ نے فرمایا کہ وہ دونوں ٹھکانوں کو دیکھے گا، اور جو کافر یا منافق ہوگا تو وہ اس سوال کے جواب میں کہے گا کہ میں نہیں جانتا میں وہی بات کہتا ہوں تو جو دوسرے لوگ کہتے تھے، تو اس سے کہا جائے گا کہ نہ تو نے جانا اور نہ ہی تو نے پڑھا، پھر

اس کے دونوں کانوں کے درمیان لوہے کا ہتھوڑا اس طرح مارا جائے گا کہ جس کی آواز انسان اور جنات کے علاوہ تمام مخلوق سنتی ہے۔

(صحیح بخاری، باب المیت یسمع خفق النعال، حدیث نمبر: ۱۳۳۸)

قیامت کا واقع ہونا

جس طرح ہم روز دیکھ رہے ہیں کہ کوئی نہ کوئی انسان اس دنیا سے جا رہا ہے، دیگر مخلوق بھی مر رہی ہے، پیدائش اور موت، آنے اور جانے کا سلسلہ جاری ہے، اسی طرح یقیناً ایک دن وہ آئے گا جب حضرت اسرافیل اللہ کے حکم سے صور پھونکیں گے اور پھر اس پوری کائنات کا وجود ختم ہو جائے گا، دنیا کی ہر چیز فنا ہو جائے گی؛ حتی کہ چاند اور سورج کا یہ نظام بھی بند ہو جائے گا؛ بلکہ آسمانوں کو بھی کاغذ کی طرح لپیٹ دیا جائے گا، اس دن دنیا میں جتنی بھی مخلوق ہوگی، سب کو موت آجائے گی، سوائے اللہ تعالیٰ کے ہر چیز مر جائے گی؛ کیوں کہ جیسے ہر مخلوق کی زندگی محدود ہے، اس کی موت یقینی ہے، اسی طرح دنیا کی زندگی بھی محدود ہے اور اس کو بھی موت آئے گی، جسے قیامت کہا جاتا ہے، اور یہ وہ باتیں ہیں جو نہ صرف رسول اللہ ﷺ کی احادیث میں؛ بلکہ خود اللہ تعالیٰ نے اپنے قرآن کریم میں واضح اور صاف طور پر بیان کی ہیں:

﴿فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ نَفْخَةٌ وَاحِدَةٌ (13) وَحُمِلَتِ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَاحِدَةً (14) فَيَوْمَئِذٍ وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ (15) وَانشَقَّتِ السَّمَاءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَاهِيَةٌ (16) وَالْمَلَكُ عَلَىٰ أَرْجَائِهَا وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمَانِيَةٌ (17) يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُونَ لَا تَخْفَىٰ مِنكُمْ خَافِيَةٌ﴾

پھر جب ایک ہی دفعہ صور میں پھونک ماردی جائے گی، اور زمین اور پہاڑوں کو اٹھا کر ایک ہی ضرب میں ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا، تو اس دن وہ واقعہ پیش

آجائے گا جسے پیش آنا ہے، اور آسمان پھٹ پڑے گا اور وہ اس دن بالکل بودا پڑ جائے گا، اور فرشتے اس کے کناروں پر ہوں گے، اور تمہارے پروردگار کے عرش کو اس دن آٹھ فرشتے اپنے اوپر اٹھائے ہوئے ہوں گے، اس دن تمہاری پیشی اس طرح ہوگی کہ تمہاری کوئی چھپی ہوئی چیز چھپی نہیں رہے گی۔ (سورہ حاقہ: ۱۳-۱۸)

﴿ وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَمَن فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَن شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ نُفِخَ فِيهِ أُخْرَىٰ فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنظُرُونَ (68) وَأَشْرَقَتِ الْأَرْضُ بِنُورِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتَابُ وَجِيءَ بِالنَّبِيِّينَ وَالشُّهَدَاءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُم بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴾

اور صور پھونکا جائے گا تو آسمانوں اور زمین میں جتنے ہیں وہ سب بے ہوش ہو جائیں گے، سوائے اس کے جسے اللہ چاہے، پھر دوسری بار پھونکا جائے گا تو وہ سب لوگ پل بھر میں کھڑے ہو کر دیکھنے لگیں گے۔ (سورہ زمر: ۶۸-۷۰)

البتہ یہ ضرور معلوم ہونا چاہیے کہ قیامت کے واقع ہونے کا بالکل صحیح وقت اللہ کے علاوہ کسی کو معلوم نہیں، ہاں قرآن نے یہ ضرور کہا ہے کہ قیامت قریب ہی آنے والی ہے:

﴿ يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَاهَا قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِندَ رَبِّي لَا يُجَلِّيهَا لِوَقْتِهَا إِلَّا هُوَ ثَقُلَتْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَا تَأْتِيكُمْ إِلَّا بَغْتَةً يَسْأَلُونَكَ كَأَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِندَ اللَّهِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ. ﴾

(اے رسول) لوگ تم سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ وہ کب برپا ہوگی؟ کہہ دو کہ: اس کا علم تو صرف میرے رب کے پاس ہے، وہی اسے اپنے وقت پر کھول کر دکھائے گا، کوئی اور نہیں، وہ آسمانوں اور زمین میں بڑی بھاری چیز ہے، جب آئے گی تو تمہارے پاس اچانک آجائے گی، یہ لوگ تم سے اس

طرح پوچھتے ہیں جیسے تم نے اس کی پوری تحقیق کر رکھی ہے، کہہ دو کہ: اس کا علم صرف اللہ کے پاس ہے؛ لیکن اکثر لوگ (اس بات کو) نہیں جانتے۔ (سورہ اعراف: ۱۸۷)

تمام مخلوق کا دوبارہ زندہ کیا جانا

ہر مخلوق کی اپنی زندگی اور دنیا کی زندگی کے خاتمہ کے بعد، یعنی قیامت واقع ہونے کے بعد اللہ تبارک وتعالی کے حکم سے ایک دوسرا صور پھونکا جائے گا اور تمام مخلوق کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا، جتنے انسان اور دوسری مخلوق دنیا کی شروعات سے لے کر قیامت واقع ہونے تک دنیا میں آئی تھی، سب کو دوبارہ زندگی دی جائے گی، لوگ اپنی قبروں سے مٹی جھاڑتے ہوئے کھڑے ہوں گے۔

﴿كَيْفَ تَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَكُنتُمْ أَمْوَاتاً فَأَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ.﴾

تم اللہ کے ساتھ کفر کا طرز عمل آخر کیسے اختیار کر لیتے ہو، حالانکہ تم بے جان تھے اس نے تمہیں زندگی بخشی پھر وہی تمہیں موت دے گا پھر وہی تم کو (دوبارہ) زندہ کرے گا اور پھر تم اس کے پاس لوٹ کر جاؤ گے۔

(سورہ بقرہ: ۲۸)

﴿ثُمَّ إِنَّكُم بَعْدَ ذَلِكَ لَمَيِّتُونَ (15) ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تُبْعَثُونَ﴾

پھر اس سب کے بعد تمہیں یقیناً موت آنے والی ہے۔ پھر قیامت کے دن تمہیں یقیناً دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ (سورہ مومنون: ۱۵-۱۶)

﴿زَعَمَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَن لَّن يُبْعَثُوا قُلْ بَلَى وَرَبِّي لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ وَذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ.﴾

جن لوگوں نے کفر اپنا لیا ہے، وہ یہ دعوی کرتے ہیں کہ انہیں کبھی دوبارہ زندہ

نہیں کیا جائے گا۔ کہہ دو: کیوں نہیں؟ میرے پروردگار کی قسم! تمہیں ضرور زندہ کیا جائے گا، پھر تمہیں بتایا جائے گا کہ تم نے کیا کچھ کیا تھا اور یہ اللہ کے لیے معمولی سی بات ہے۔ (سورہ تغابن:۷)

۞ثُمَّ نُفِخَ فِيهِ أُخْرَى فَإِذَا هُم قِيَامٌ يَنظُرُونَ۞

پھر دوسری بار پھونکا جائے گا تو وہ سب لوگ پل بھر میں کھڑے ہو کر دیکھنے لگیں گے۔ (سورہ زمر:۶۸)

میدان حشر میں تمام مخلوق کا جمع کیا جانا

تمام مخلوق کو دوبارہ پیدا کرنے کے بعد اللہ کے حکم سے سب کو ایک وسیع میدان میں جمع کیا جائے گا، جسے محشر یا میدان حشر کہا جاتا ہے، ساری مخلوق اس میدان میں جمع ہوگی اور یہ میدان اسی دنیا میں تیار کیا جائے گا، اس دن سب کو بس اپنی فکر ہوگی، اتنی پریشانی کی حالت ہوگی کہ کسی کو دوسرے کو دیکھنے تک کی فرصت نہ ہوگی، ایسی مصیبت ہوگی کہ ماں اور باپ اپنے بچہ کو پہچاننے سے انکار کردیں گے، جسے کہتے ہیں کہ نفسی نفسی کا عالم ہوگا۔

۞قُلْ إِنَّ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ (49) لَمَجْمُوعُونَ إِلَى مِيقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُومٍ۞

کہہ یقیناً سب اگلے اور پچھلے ایک متعین دن کے طے شدہ وقت پر ضرور اکٹھے کیے جائیں گے۔ (سورہ واقعہ:۴۹-۵۰)

۞وَمَا مِن دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طَائِرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّا أُمَمٌ أَمْثَالُكُم مَّا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِن شَيْءٍ ثُمَّ إِلَى رَبِّهِمْ يُحْشَرُونَ۞

اور زمین میں جتنے جانور چلتے ہیں اور جتنے پرندے اپنے پروں سے اڑتے ہیں، وہ سب مخلوقات تم جیسی ہی اصناف ہیں۔ ہم نے کتاب (یعنی لوح محفوظ) میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے پھر ان سب کو جمع کر کے ان کے پرودگار

کی طرف لے جایا جائے گا۔ (سورہ انعام:۳۸)

﴿وَإِذَا الْوُحُوشُ حُشِرَتْ﴾

اور جب وحشی جانور اکٹھے کر دیے جائیں گے۔ (سورہ تکویر:۵)

﴿إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْآخِرَةِ ذَٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوعٌ لَّهُ النَّاسُ وَذَٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُودٌ﴾

ان سب باتوں میں اس شخص کے لیے بڑی عبرت ہے جو آخرت کے عذاب سے ڈرتا ہو۔ وہ ایسا دن ہوگا جس کے لیے تمام لوگوں کو اکٹھا کیا جائے گا اور وہ ایسا دن ہوگا جسے سب کے سب کھلی آنکھوں دیکھیں گے۔ (سورہ ہود:۱۰۳)

﴿وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْأَرْضَ بَارِزَةً وَحَشَرْنَاهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ أَحَدًا﴾

اور (اس دن کا دھیان رکھو) جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے اور تم زمین کو دیکھو گے کہ وہ کھلی پڑی ہے اور ہم ان سب کو گھیر کر اکٹھا کر دیں گیا وران میں سے کسی ایک کو بھی نہیں چھوڑیں گے۔ (سورہ کہف:۴۷)

﴿فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ فَلَا أَنسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَاءَلُونَ﴾

پھر جب صور پھونکا جائے گا تو ان کے درمیان رشتہ ناتے باقی نہیں رہیں گے اور نہ کوئی کسی کو پوچھے گا۔ (سورہ مومنون:۱۰۱)

عن سهل بن سعد، قال: سمعت النبي ﷺ يقول: يحشر الناس يوم القيامة على أرض بيضاء عفراء كقرصة نقي.

سہل بن سعدؓ کہتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: قیامت کے دن ایک صاف ستھری ٹکیہ کی طرح سپید اور اجلی زمین پر تمام انسان کو جمع کیا جائے گا۔

(صحیح بخاری، باب یقبض الله الأرض یوم القیامة، حدیث نمبر ۶۵۲۱)

حساب وکتاب

میدان حشر میں جب تمام مخلوق جمع ہوگی، تو ایک لمبی مدت کے بعد وہاں حساب کتاب شروع ہوگا، ہر انسان کو بلایا جائے گا اور اس کے ہر ہر عمل کے بارے میں اس سے پوچھا جائے گا، اگر گنہگار ہوگا تو اس سے اس کے گناہوں کا اعتراف کرایا جائے گا اور اگر وہ ماننے سے انکار کرے تو اس کی زبان بند کردی جائے گی اور اس کے ہاتھ پاؤں اور جسم کے دوسرے حصہ گواہی دیں گے وہ بتائیں گے، کہ اس انسان نے کون کون سے گناہ کیے ہیں، اسی میدان میں میزان یعنی ایک ترازو ہوگی، جس کے ذریعہ سب کے اعمال تولے جائیں گے، پھر سب کے نامہ اعمال کو ہوا میں اڑا دیا جائے گا اور آٹو میٹک ہر ایک کا نامہ اعمال اس کے ہاتھ میں پہنچ جائے گا، نامہ اعمال نیک لوگوں کے دائیں ہاتھ میں اور گنہگار، کفار ومشرکین کے بائیں ہاتھ میں خود بخود پہنچ جائے گا۔

﴿فَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ فَيَقُولُ هَاؤُمُ اقْرَءُوا كِتَابِيَهْ (19) إِنِّي ظَنَنتُ أَنِّي مُلَاقٍ حِسَابِيَهْ (20) فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ (21) فِي جَنَّةٍ عَالِيَةٍ (22) قُطُوفُهَا دَانِيَةٌ (23) كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا أَسْلَفْتُمْ فِي الْأَيَّامِ الْخَالِيَةِ (24) وَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِشِمَالِهِ فَيَقُولُ يَا لَيْتَنِي لَمْ أُوتَ كِتَابِيَهْ (25) وَلَمْ أَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ (26) يَا لَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ (27) مَا أَغْنَىٰ عَنِّي مَالِيَهْ﴾

پھر جس کسی کو اس کا اعمال نامہ اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، وہ کہے گا کہ لوگو! لو یہ میرا اعمال نامہ پڑھو، میں پہلے ہی سمجھتا تھا کہ مجھے اپنے حساب کا سامنا کرنا ہوگا؛ چنانچہ وہ من پسند عیش میں ہوگا، اس اونچی جنت میں، جس کے پھل جھکے پڑ رہے ہوں گے (کہا جائے گا کہ) اپنے ان اعمال کے صلے میں مزے سے کھاؤ پیو، جو تم نے گزرے ہوئے دنوں میں کیے تھے، رہا وہ شخص

جس کا اعمال نامہ اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا تو وہ کہے گا کہ: اے کاش ! مجھے میرا اعمال نامہ دیا ہی نہ جاتا، اور مجھے خبر بھی نہ ہوتی کہ میرا حساب کیا ہے ؟ اے کاش میری موت ہی پر میرا کام تمام ہو جاتا، میرا مال میرے کچھ کام نہ آیا۔ (سورہ حاقہ: ۱۹-۲۸)

﴿اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلَى أَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا أَيْدِيهِمْ وَتَشْهَدُ أَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ﴾

آج کے دن ہم ان کے منہ پر مہر لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے بات کریں گے اور ان کے پاؤں گواہی دیں گے کہ وہ کیا کمائی کرتے تھے۔ (سورہ یٰس: ۶۵)

﴿وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئاً وَإِن كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ أَتَيْنَا بِهَا وَكَفَى بِنَا حَاسِبِينَ﴾

اور ہم قیامت کے دن ایسی ترازویں لا رکھیں گے جو سراپا انصاف ہوں گی؛ چنانچہ کسی پر کوئی ظلم نہیں ہوگا اور اگر کوئی عمل رائی کے دانے کے برابر بھی ہوگا، تو ہم اسے سامنے لے آئیں گے اور حساب لینے کے لیے ہم کافی ہیں۔ (سورہ انبیاء: ۴۷)

عن أبي برزة الأسلمي، قال: قال رسول الله ﷺ: لاتزول قدما عبد يوم القيامة حتى يسال عن عمره فيما أفناه، وعن علمه فيم فعل، وعن ماله من أين اكتسبه وفيم أنفقه، وعن جسمه فيم أبلاه. هذا حديث حسن صحيح.

ابو برزہ اسلمیؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ قیامت کے دن اللہ کے پاس سے کسی انسان کے قدم اس وقت تک نہیں ہٹیں گے، جب تک کہ اس سے اس کی عمر کے بارے میں نہ پوچھا جائے کہ کن باتوں میں عمر گنوائی اور اس کے علم کے بارے میں نہ سوال کیا جائے کہ اس پر کتنا عمل کیا اور مال کہاں سے

کمایا؟ اور کہاں خرچ کیا اور جسم کو کن کاموں میں تھکایا؟؟؟؟۔

(سنن الترمذي، باب في القيامة، حديث نمبر: ٢٤١٧)

جزاء وسزاء

حساب وکتاب کے بعد پل صراط کے ذریعہ جتنے نیک اور بخشے بخشائے حضرات ہوں گے وہ ایمان کی روشنی میں بجلی کی طرح، اس پل سے گزر کر جنت اور وہاں کی نعمتوں میں جا پہنچیں گے اور فاسق وفاجر اور گنہگار لوگ پل صراط سے ہی کٹ کٹ کر جہنم میں گر جائیں گے اور کفار ومشرکین، بڑے مجرمین اور کچھ مخصوص گنہگاروں کو فرشتے پکڑیں گے، زنجیروں سے باندھیں گے اور گھسیٹ کر جہنم میں پھینک دیں گے۔

﴿وَسِيقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى جَهَنَّمَ زُمَرًا حَتَّى إِذَا جَاؤُوهَا فُتِحَتْ أَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنكُمْ يَتْلُونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِ رَبِّكُمْ وَيُنذِرُونَكُمْ لِقَاء يَوْمِكُمْ هَذَا قَالُوا بَلَى وَلَكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكَافِرِينَ (71)قِيلَ ادْخُلُوا أَبْوَابَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِينَ﴾

اور جن لوگوں نے کفر اپنایا تھا انہیں جہنم کی طرف گروہوں کی شکل میں ہانکا جائے گا، یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس پہنچ جائیں گے تو اس کے دروازے کھولے جائیں گے اور اس کے محافظ ان سے کہیں گے کہ کیا تمہارے پاس تمہارے اپنے لوگوں میں سے پیغمبر نہیں آئے تھے جو تمہیں تمہارے رب کی آیتیں پڑھ کر سناتے ہوں اور تمہیں اس دن کا سامنا کرنے سے خبردار کرتے ہوں؟ وہ کہیں گے کہ بے شک آئے تھے؛ لیکن عذاب کی بات کافروں پر پکی ہو کر رہی۔ (سورہ زمر: ۷۱-۷۲)

﴿وَإِن مِّنكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلَى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا (71)ثُمَّ

نُنَجِّی الَّذِیْنَ اتَّقَوا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِیْنَ فِیْهَا جِثِیًّا ﴿﴾

اور تم میں سے کوئی نہیں ہے جس کا اس (دوزخ) پر گزر نہ ہو، اس بات کا تمہارے پروردگار نے حتمی طور پر ذمہ لے رکھا ہے۔ پھر جن لوگوں نے تقوی اختیار کیا ہے، انہیں تو ہم نجات دے دیں گے اور جو ظالم ہیں، انہیں اس حالت میں چھوڑ دیں گے کہ وہ اس (دوزخ میں) گھٹنوں کے بل پڑے ہوں گے۔ (سورہ مریم:۷۱-۷۲)

﴿﴾خُذُوهُ فَغُلُّوهُ(30)ثُمَّ الْجَحِیْمَ صَلُّوهُ(31)ثُمَّ فِیْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ﴿﴾

پکڑو اسے اور اس کے گلے میں طوق ڈال دو، پھر اسے دوزخ میں جھونک دو، پھر اسے ایسی زنجیر میں پرودو جس کی پیمائش ستر ہاتھ کے برابر ہو۔ (سورہ حاقہ:۳۰-۳۲)

جنت وجہنم

جہنم میں ایسی سخت اور تکلیف دہ سزائیں دی جائیں گی، جن کے تصور سے بھی روح کانپ جائے، حدیث میں ہے کہ سب سے ہلکی سزاء ابوطالب کو دی جائے گی اور وہ سزاء یہ ہوگی کہ انھیں آگ کے دو جوتے پہنائے جائیں گے، جن کی گرمی اور شدت کی وجہ سے ان کے سر کا بھیجہ اس طرح پکے گا جیسے جلتے چولہے پر ہانڈی میں کھانا شدت کے ساتھ کھولتا اور ابلتا ہے، قرآن وحدیث میں جہنم کی سزاؤں کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

﴿﴾مَتَاعٌ قَلِیْلٌ ثُمَّ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿﴾

یہ تو تھوڑا سا مزہ ہے جو یہ اڑا رہے ہیں پھر ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ بدترین بچھونا ہے۔ (سورہ آل عمران:۱۹۷)

﴿﴾وَمَنْ یَعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ وَیَتَعَدَّ حُدُوْدَهُ یُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِیْهَا

وَلَهُ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۞

اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا اور اس کی مقرر کی ہوئی حدود سے تجاوز کرے گا، اسے اللہ دوزخ میں داخل کرے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کو ایسا عذاب ہوگا جو ذلیل کر کے رکھ دے گا۔ (سورہ نساء: ۱۴)

جب کہ جنت میں ایسی نعمتیں ملیں گی جنھیں نہ کبھی کسی آنکھ نے دیکھا ہے، نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی ذہن نے کبھی اس کا تصور کیا ہے، جنت کی نعمتوں کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ سب سے ادنی اور کم درجہ کے جنتی کو بھی اس دنیا اور اس کی نعمتوں سے دس گنی بڑی جنت ملے گی۔

۞وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِيْ مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِيْنَ فِيْهَا وَمَسَاكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنَّاتِ عَدْنٍ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ أَكْبَرُ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۞

اللہ نے مومن مردوں اور مومن عورتوں سے وعدہ کیا ہے ان باغات کا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور ان پاکیزہ مکانات کا جو سدا بہار باغات میں ہوں گے اور اللہ کی طرف سے خوشنودی تو سب سے بڑی چیز ہے (جو جنت والوں کو نصیب ہوگی) یہی تو زبردست کامیابی ہے۔

(سورہ توبہ: ۷۲)

۞كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ وَإِنَّمَا تُوَفَّوْنَ أُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ۞

ہر جاندار کو موت کا مزہ چکھنا ہے اور تم سب کو (تمہارے اعمال کے) پورے پورے بدلے قیامت ہی کے دن ملیں گے، پھر جس کسی کو دوزخ سے دور ہٹایا لیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا وہ صحیح معنی میں کامیاب ہو گیا اور یہ دنیوی

زندگی تو (جنت کے مقابلے میں) دھوکے کے سامان کے سوا کچھ بھی نہیں۔
(سورہ آل عمران:۱۸۵)

اور جنت وجہنم یعنی آخرت کی زندگی ہمیشہ ہمیش کی ہوگی، وہاں کسی کو موت نہیں آئے گی، جنتی جنت میں ہمیشہ رہیں گے اور جہنمی جہنم میں ہمیشہ، البتہ جو گنہگار ایمان والے ہوں گے، وہ ایک مدت کے بعد اپنی سزا کاٹ کر جہنم سے نکال دیے جائیں گے اور جنت میں داخل کیے جائیں گے:

﴿خَالِدِیْنَ فِیْهَا لَا یُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ یُنْظَرُوْنَ﴾

وہ ہمیشہ اسی پھٹکار میں رہیں گے، نہ ان پر سے عذاب کو ہلکا کیا جائے گا اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی۔ (سورہ بقرہ:۱۶۲)

حوض کوثر

میدان حشر میں نبی پاک ﷺ کو اللہ تعالیٰ حوض کوثر عنایت فرمائیں گے، جس پر آپ ﷺ اپنی امت کو پانی پلائیں گے اور جو اس کوثر سے ایک بار پی لے گا پھر اس کو کبھی پیاس نہیں لگے گی۔ اور احادیث مبارکہ میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس حوض پر آپ ﷺ سے اسی شخص کی ملاقات ہوگی، جو آپ ﷺ کی سنت پر چلتا ہوگا اور دین شریعت کے مطابق زندگی گزارتا ہوگا، جنہوں نے آپ ﷺ کے بعد سنت کے علاوہ کوئی اور تہذیب اپنائی یا دین میں نئی باتیں (بدعت) ایجاد کیں، انہیں فرشتے حوض کوثر تک نہیں جانے دیں گے۔

﴿اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ﴾

یقیناً ہم نے آپ کو کوثر عطا کیا۔ (سورہ کوثر:۱)

قیامت کے بارے میں عقیدے

﴿عقیدہ﴾ اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کے اچھے اور برے اعمال کی جانچ اور پورا پورا بدلہ دینے، نیکوں کو ان کی نیکی پر انعام اور بروں کو ان کی برائی پر سزا کے لیے جس دن کو مقرر

کیا ہے وہ ''یوم آخرت'' ہے اور اسی کو ''قیامت کا دن'' کہتے ہیں۔

﴿ عقیدہ ﴾ قیامت کا آنا یقینی ہے، ہر نبی نے اپنی اپنی امت کو اس کی خبر دی ہے، اس پر ایمان لانا ضروری ہے، اس کا وقت متعین ہے، جس کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، وہی مقررہ وقت پر اس کو ظاہر کرے گا، جو نہ کسی فرشتہ کو معلوم ہے نہ کسی نبی کو۔

﴿ عقیدہ ﴾ ہمارے رسول ﷺ نے قیامت کی کچھ نشانیاں بتلادی ہیں، جو قیامت سے پہلے ضرور ہونے والی ہیں، امام مہدی ظاہر ہوں گے اور خوب انصاف سے بادشاہی کریں گے، کانا دجال نکلے گا اور دنیا میں بہت فساد مچائے گا، اس کے مار ڈالنے کے واسطے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے اور اس کو مار ڈالیں گے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے علاوہ کسی کو بھی اس کے قتل پر قدرت نہ ہوگی۔

﴿ عقیدہ ﴾ قیامت سے پہلے ''یاجوج ماجوج'' جو بڑے زبردست آدمی ہیں، وہ تمام زمین پر پھیل پڑیں گے، پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بددعا سے ان پر اللہ کا عذاب آئے گا اور وہ عذاب سے ہلاک ہو جائیں گے اور ایک خاص دھواں ظاہر ہوگا، جو لوگوں پر چھا جائے گا اور سورج مغرب کی طرف سے نکلے گا۔

﴿ عقیدہ ﴾ ایک عجیب طرح کا جانور زمین سے نکلے گا اور آدمیوں سے باتیں کرے گا قرآن مجید اٹھالیا جائے گا اور چند روز میں تمام مسلمان مر جائیں گے اور تمام دنیا کافروں سے بھر جائے گی، اس کے علاوہ اور بہت سی باتیں ہوں گی۔

﴿ عقیدہ ﴾ جب قیامت کی ساری نشانیاں پوری ہو جائیں گی تو حضرت اسرافیل علیہ السلام اللہ کے حکم سے صور پھونکیں گے، جس سے تمام زمین آسمان پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے، تمام مخلوقات مر جائیں گی اور جو مر چکے ہیں ان کی روحیں بے ہوش ہو جائیں گی؛ مگر اللہ تعالیٰ کو جن کا بچانا منظور ہوگا، وہ اپنے حال پر رہیں گے، اسی کیفیت پر ایک مدت گزر جائے گی، یہ حال پہلی مرتبہ صور پھونکنے کے بعد ہوگا۔

﴿ عقیدہ ﴾ اللہ تعالیٰ کو جب منظور ہوگا کہ تمام عالم دوبارہ پیدا ہوجائے تو دوسری بار صور پھونکا جائے گا، مردے زندہ ہوجائیں گے، قیامت کے میدان میں سب جمع ہوں گے۔

﴿ عقیدہ ﴾ میدان قیامت کی پریشانیوں اور تکلیفوں سے گھبرا کر سب لوگ رسولوں کے پاس سفارش کرانے جائیں گے، کوئی بھی شفاعت کو تیار نہ ہوگا، آخر میں ہمارے رسول ﷺ سفارش کریں گے؛ تاکہ اللہ تعالیٰ ان کے درمیان فیصلہ فرمادے، یہی ''شفاعت عظمیٰ'' ہے، جو آپ ﷺ ہی کے لیے ہے۔

﴿ عقیدہ ﴾ ترازو قائم کی جائے گی، سب اچھے اور برے اعمال تولے جائیں گے، ان کا حساب ہوگا، میزان یعنی ترازو اور وزن اعمال یقینی ہے، اس کی کیفیت ہمیں معلوم نہیں، نیکوں کا نامۂ اعمال داہنے ہاتھ میں اور بروں کا نامۂ اعمال بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔

﴿ عقیدہ ﴾ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ہمارے رسول ﷺ کو ''حوض کوثر'' دیں گے، جس سے آپ اپنی امت کو شربت پلائیں گے، جو دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہوگا، جو ایک مرتبہ پیے گا تو پھر کبھی اس کو پیاس نہ لگے گی۔

﴿ عقیدہ ﴾ اللہ تعالیٰ جہنم کے اوپر ایک پل قائم کریں گے، جو بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہوگا، تمام لوگوں کو اس پر چلنا ہوگا، جو نیک لوگ ہیں وہ اس سے گزر کر جنت میں پہنچ جائیں گے، ایمان اور نیکیوں کے اعتبار سے گزرنے کی کیفیت الگ الگ ہوگی اور جو برے ہیں وہ اس پر سے دوزخ میں گر پڑیں گے۔

﴿ عقیدہ ﴾ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے رسول، ولی اور فرشتہ ایمان والوں کے حق میں سفارش کریں گے، جس سے بعض کے درجے بلند ہوں گے اور بعض بغیر حساب جنت میں جائیں گے اور بعض دوزخ سے نکل کر جنت میں جائیں گے اور بعض کے لیے عذاب ہلکا ہوجائے گا۔

﴿ عقیدہ ﴾ دوزخ پیدا ہوچکی ہے، جو کہ کافروں اور مشرکوں ہی کے لیے تیار کی گئی ہے ، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور ان کو اس میں موت نہ آئے گی ، اس میں سانپ ، بچھو اور طرح طرح کی سزائیں ہیں ، یہ اللہ کے غصہ اور عذاب کا گھر ہے۔

﴿ عقیدہ ﴾ جن لوگوں کا نام لے کر اللہ اور رسول نے ان کا جہنمی ہونا بتلایا ہے، ان کا جہنمی ہونا یقینی ہے، ہم ان سب کو جہنمی مانتے ہیں۔

﴿ عقیدہ ﴾ دوزخیوں میں سے جن میں ذرا بھی ایمان ہوگا وہ اپنے گناہوں کی سزا کاٹ کر اللہ کے فضل سے یا سفارش کرنے والوں کی سفارش سے جنت میں جائیں گے، خواہ کتنے ہی بڑے گنہگار ہوں۔

﴿ عقیدہ ﴾ جنت بھی پیدا ہوچکی ہے، جو ایمان والوں ہی کے لیے تیار کی گئی ہے، اس میں طرح طرح کی نعمتیں ہیں، جنتیوں کو کسی چیز کا ڈر اور غم نہ ہوگا، وہ اس میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے، نہ اس سے نکلیں گے اور نہ وہاں مریں گے، یہ اللہ کی رحمت اور انعام کا گھر ہے۔

﴿ عقیدہ ﴾ جن لوگوں کا نام لے کر اللہ اور رسول نے ان کا جنتی ہونا بتلا دیا ہے، ان کا جنتی ہونا یقینی ہے، ہم ان کو جنتی مانتے ہیں، ان کے سوا کسی اور کے جنتی ہونے کا یقینی حکم نہیں لگا سکتے ، البتہ اچھی نشانیاں دیکھ کر اچھا گمان رکھنا اور اللہ کی رحمت سے امید رکھنا چاہیے۔

﴿ عقیدہ ﴾ جنتیوں کو جنت میں وہ سب کچھ ملے گا جس کی ان کو خواہش ہوگی ، وہاں کی نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت اللہ تعالیٰ کا دیدار ہے، جو جنتیوں کو نصیب ہوگا، اس کے سامنے تمام نعمتیں کمتر معلوم ہوں گی۔

عالم برزخ (قبر) کے بارے میں عقیدے

﴿ عقیدہ ﴾ جب انسان مرجاتا ہے تو اگر دفن کیا جائے تو اس کے بعد اور اگر دفن نہ کیا جائے تو جس حال میں ہو، اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں، جن میں ایک کو "منکر" اور

دوسرے کو ''نکیر'' کہتے ہیں۔

﴿ عقیدہ ﴾ منکر نکیر آکر تین باتیں پوچھتے ہیں: تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ حضرت محمد ﷺ کے بارے میں پوچھتے ہیں، یہ کون ہیں؟ اگر وہ ایمان والا ہو تو ٹھیک ٹھیک جواب دیتا ہے، پھر اس کے لیے سب طرح کے سکون ہیں اور اگر ایمان والا نہ ہو تو وہ سب باتوں میں یہی کہتا ہے: ہائے ہائے میں کچھ نہیں جانتا، پھر اس پر بڑی سختی اور طرح طرح کا عذاب ہوتا ہے۔

﴿ عقیدہ ﴾ قبر کا سوال و جواب بالکل برحق ہے، مگر بعض کو اللہ تعالیٰ اس امتحان سے معاف کردیتا ہے، اللہ اور رسول نے اس کی خبر دی ہے، اس پر ایمان لانا ضروری ہے۔

﴿ عقیدہ ﴾ قبر میں اچھے یا برے حالات جو پیش آتے ہیں، وہ مردے کو معلوم ہوتے ہیں اور لوگ اس کو نہیں دیکھتے، جیسے سوتا آدمی خواب میں سب کچھ دیکھتا ہے اور جاگتا آدمی اس کے پاس بیٹھا ہوا بے خبر ہوتا ہے۔

﴿ عقیدہ ﴾ آدمی عمر بھر جب کبھی توبہ کرے یا مسلمان ہوجائے، اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول ہے؛ البتہ جب دم ٹوٹنے لگے اور عذاب کے فرشتے دکھائی دینے لگیں، اس وقت نہ توبہ قبول ہوتی ہے نہ ایمان۔

﴿ عقیدہ ﴾ عمر بھر کوئی کیسا ہی اچھا یا برا ہو؛ مگر جس حالت پر خاتمہ (موت) ہوتا ہے، اسی کے مطابق جزا اور سزا ہوتی ہے۔

﴿ عقیدہ ﴾ ایمان کے ساتھ مرنے والے کے لیے دعا اور نیکی اور کچھ خیرات کرکے اس کا ثواب بخشنے سے اس کو ثواب پہنچتا ہے، اس کو ''ایصال ثواب'' کہتے ہیں، اس سے اس (مرنے والے) کو بڑا فائدہ ہوتا ہے۔

تقدیر پر ایمان

تمہید

ایمان کے ارکان میں سے ایک اہم رکن، تقدیر پر ایمان لانا ہے، اس کے بغیر ایمان کامل ومکمل نہیں ہوسکتا، اور تقدیر سے مراد وہ نظام ہے جو اللہ نے پوری کائنات کے لیے بنایا ہے، کائنات میں کوئی چیز اس نظام کے خلاف نہیں ہوسکتی، حتی کہ ایک پتہ بھی نہیں ہل سکتا، لہذا کائنات میں جو کچھ بھی ہوتا ہے، اچھا یا برا، سب اللہ کے حکم، ارادہ اور اسی سابقہ نظام قدرت کے مطابق ہوتا ہے۔

دوسرے الفاظ میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ تقدیر نام ہے اللہ کے اس سابقہ (ازلی) علم کا، جس سے اللہ پاک کائنات کی گزری ہوئی اور آنے والی تمام چیزوں کو پوری تفصیل کے ساتھ مکمل طور پر جانتے ہیں اور اللہ کا علم غلط نہیں ہوسکتا؛ لہذا کائنات کی کوئی حرکت اس کے سابقہ علم کے برخلاف نہیں ہوسکتی۔

تقدیر پر ایمان لانے کا مطلب؟

تقدیر پر ایمان لانے کا مطلب یہ کہ بندہ ان باتوں کو مانے کہ:

(۱) ہر چیز کو پیدا کرنے والے اللہ پاک ہیں، چاہے وہ بری چیز ہو یا اچھی۔

(۲) اللہ تعالی کو ہر چیز کا کامل ومکمل علم ہے، چاہے وہ چیز پہلے کبھی گزر چکی ہے یا بعد میں کبھی آنے والی ہے۔

(۳) مخلوق کے پیدا ہونے سے پہلے ہی تقدیر طے ہوگئی اور لکھی جاچکی ہے، جیسے کون کب پیدا ہوگا، کس کا کب انتقال ہوگا، کس کو کتنی روزی ملے گی، کون اچھا ہوگا کون بُرا ہوگا، کون کیا کام کرے گا یہ اور ان کے علاوہ تمام چیزیں بالکل واضح طور پر پہلے سے

متعین ہیں اور لکھی ہوئی ہیں۔

(۴) اللہ تعالیٰ جو چاہتے ہیں وہی ہوتا ہے اور جو نہیں چاہتے وہ کبھی نہیں ہوسکتا۔

(۵) اس کے ساتھ یہ عقیدہ بھی ضروری ہے کہ انسان جو کچھ کرتا ہے، وہ بھی اللہ کے ارادے سے ہی کرتا ہے؛ لیکن اس کام کے کرنے میں انسان کا بھی کچھ نہ کچھ ارادہ اور اختیار ہوتا ہے، اللہ پاک نے انسان کو بھی کچھ قدرت دی ہے، حاصل یہ کہ انسان نہ پورے طور پر کسی کام میں مختارِ کل ہے اور نہ ہی بالکل مجبورِ محض ہے؛ بلکہ انسان کے ہر عمل میں اس کا بھی اختیار ہوتا ہے۔

تقدیر کے اجزاء (Parts of fate)

تو گویا تقدیر نام ہے پانچ باتوں کے مجموعے کا:

(۱) ہر چیز کو پیدا کرنے والے اللہ پاک ہیں۔

(۲) اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کا کامل و مکمل علم ہے۔

(۳) مخلوق کے پیدا ہونے سے پہلے ہی تقدیر طے ہوگئی اور لکھی جاچکی ہے۔

(۴) اللہ تعالیٰ جو چاہتے ہیں وہی ہوتا ہے اور جو نہیں چاہتے وہ کبھی نہیں ہوسکتا۔

(۵) انسان کے ہر کام میں کچھ نہ کچھ اس کا بھی اختیار اور ارادہ ہوتا ہے۔

(۱) ہر چیز کو پیدا کرنے والے اللہ پاک ہیں

یہ تمام مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ خالق اور ہر چیز کے پیدا کرنے والے صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہیں اور اس کا عقیدۂ تقدیر سے تعلق یہ ہے کہ جب ہم یہ مانتے ہیں کہ اللہ ہی خالق ہیں تو اس سے یہ پیغام ملتا ہے کہ دنیا میں جو بھی چیز پہلے وجود میں آئی ہے یا اب آرہی ہے یا قیامت تک اور اس کے بعد آنے والی ہے سب اللہ کی طرف سے ہے، چاہے وہ اچھی چیز ہو یا بری، لہٰذا اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ جب بھی کوئی بات پیش آئے تو ہمارا ذہن اس

طرف جانا چاہیے کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے اور ہمیں اللہ کے فیصلہ اور اس کی تخلیق پر راضی رہنا چاہیے، اللہ کے فیصلہ پر راضی رہنا بہت بڑی نعمت ہے:

اللہ فرماتے ہیں:

﴿ إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ. ﴾

ہم نے ہر چیز کو ناپ تول کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ (سورہ قمر:۴۹)

(۲) اللہ تعالی کو ہر چیز کا کامل و مکمل علم ہے

''اللہ پر ایمان'' کے بیان کے تحت یہ بات آئی ہے کہ اللہ کی صفات میں سے ایک ''علم'' ہے، اللہ تعالی ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا اور اللہ تعالی اگلی پچھلی تمام باتیں ان کی مکمل تفصیلات (Details) کے ساتھ جانتا ہے اور اس عقیدہ کا تقدیر کے عقیدہ سے بہت گہرا تعلق (Deeply Relation) ہے؛ کیوں کہ کائنات کی تقدیر اللہ کے علم کا ہی نتیجہ ہے اور وہ اس طرح کہ جب اللہ تعالی کو ماضی (past) میں ہو چکی اور آئندہ (Future) ہونے والی تمام چیزوں کا کامل علم ہے اور اللہ کا علم غلط نہیں ہو سکتا؛ لہذا ہر چیز اس کے علم کے بالکل مطابق ہی ہوگی اور یہی تمام باتیں لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہیں اور اسی کا نام تقدیر ہے کہ کسی چیز کے مطابق کائنات کا نظام چلے:

اللہ فرماتے ہیں:

﴿ وَعِندَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لاَ يَعْلَمُهَا إِلاَّ هُوَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِن وَرَقَةٍ إِلاَّ يَعْلَمُهَا وَلاَ حَبَّةٍ فِي ظُلُمَاتِ الأَرْضِ وَلاَ رَطْبٍ وَلاَ يَابِسٍ إِلاَّ فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ. ﴾

اور اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جنہیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور خشکی اور سمندر میں جو کچھ ہے وہ اس سے واقف ہے کسی درخت کا کوئی پتہ نہیں گرتا جس کا اسے علم نہ ہو اور زمین کی اندھیریوں میں کوئی دانہ یا کوئی خشک یا تر

چیز ایسی نہیں ہے جو ایک کھلی کتاب میں درج نہ ہو۔ (سورہ انعام:۵۹)

﴿ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ اِنَّ ذٰلِكَ فِيْ كِتَابٍ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ. ﴾

کیا تم نہیں جانتے کہ آسمان اور زمین کی تمام چیزیں اللہ کے علم میں ہیں؟ یہ سب باتیں ایک کتاب میں محفوظ ہیں، بیشک یہ سارے کام اللہ کے لیے بہت آسان ہیں۔ (سورہ حج:۷۰)

﴿ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ. ﴾

اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔ (سورہ بقرہ:۲۳۱)

﴿ وَسِعَ رَبِّيْ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ. ﴾

میرے پروردگار کا علم ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے، کیا تم پھر بھی کوئی نصیحت نہیں مانتے؟ (سورہ انعام:۸۰)

(۳) مخلوق کے پیدا ہونے سے پہلے ہی تقدیر طے ہوگئی اور لکھی جا چکی ہے

اللہ تبارک وتعالی نے مخلوق کو وجود میں لانے سے بہت پہلے ہی اپنے کامل علم کی بنیاد پر تمام مخلوق کی تقدیر طے کر دی اور لوح محفوظ میں لکھ دی تھی، اسی لکھی ہوئی تقدیر کے مطابق کائنات کا سارا نظام چلتا ہے:

اللہ فرماتے ہیں:

﴿ قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَا اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا. ﴾

کہہ دو کہ: اللہ نے ہمارے مقدر میں جو تکلیف لکھ دی ہے ہمیں اس کے سوا کوئی اور تکلیف ہرگز نہیں پہنچ سکتی۔ (سورہ توبہ:۵۱)

﴿ وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنَاهُ فِيْ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ. ﴾

اور ہم نے ایک واضح کتاب میں ہر ہر چیز کا پورا احاطہ کر رکھا ہے۔ (سورہ یٰس:۱۲)

﴿وَمَا مِن دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طَائِرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّا أُمَمٌ أَمْثَالُكُم مَا فَرَّطْنَا فِي الكِتَابِ مِن شَيْءٍ ثُمَّ إِلَى رَبِّهِمْ يُحْشَرُونَ.﴾

اور زمین میں جتنے جانور چلتے ہیں اور جتنے پرندے اپنے پروں سے اڑتے ہیں وہ سب مخلوقات کی تم جیسی ہی اصناف ہیں، ہم نے کتاب (یعنی لوح محفوظ) میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے، پھر ان سب کو جمع کر کے ان کے پروردگار کی طرف لے جایا جائے گا۔ (سورہ انعام:۳۸)

﴿وَمَا يَعْزُبُ عَن رَّبِّكَ مِن مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَلَا أَصْغَرَ مِن ذَلِكَ وَلَا أَكْبَرَ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ.﴾

اور تمہارے رب سے کوئی ذرہ برابر چیز بھی پوشیدہ نہیں ہے، نہ زمین میں نہ آسمان میں، نہ اس سے چھوٹی، نہ بڑی، مگر وہ ایک واضح کتاب میں درج ہے۔ (سورہ یونس:۶۱)

عن عبد الله بن عمرو بن العاص، قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول: كتب الله مقادير الخلائق قبل أن يخلق السماوات والأرض بخمسين ألف سنة.

عبداللہ بن عمرو بن العاص کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ: اللہ نے آسمان وزمین کے پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال پہلے تمام مخلوق کی تقدیر لکھ دی تھی۔

(صحيح مسلم، كتاب القدر، باب حجاج آدم وموسى عليهما السلام، حديث نمبر: ٢٦٥٣)

عن عبادة بن الصامت قال سمعت رسول الله ﷺ يقول: إن أول ما خلق الله القلم، فقال له: اكتب، قال: رب وماذا أكتب؟ قال: اكتب مقادير كل شيئ حتى تقوم الساعة ......من مات

علی غیر هذا فلیس مني.

عبادہ بن صامتؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ: اللہ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا، پھر اس سے کہا کہ لکھ، اس نے کہا اے میرے پروردگار میں کیا لکھوں؟ تو اللہ نے فرمایا کہ قیامت کے آنے تک کی ہر چیز کی تقدیر لکھ، پھر حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو اس عقیدہ کے علاوہ پر مرے، وہ ہم میں سے نہیں ہے۔(أبو داؤد، باب في القدر، حدیث نمبر: ٤٧٠٠)

(۴) اللہ تعالیٰ جو چاہتے ہیں وہی ہوتا ہے اور جو نہیں چاہتے وہ کبھی نہیں ہوسکتا

تقدیر کے عقیدہ میں یہ بھی ضروری ہے کہ ہم اس بات کا عقیدہ رکھیں کہ اس کائنات میں کوئی چیز اللہ کے ارادے، مشیت اور مرضی کے بغیر نہیں ہوتی، اللہ تعالیٰ جو چاہتے ہیں وہ ہوتا ہے اور جو نہیں چاہتے وہ کبھی نہیں ہوسکتا، ہر چیز اپنے وجود میں اللہ کے ارادہ کی محتاج ہے، انسان کے چاہنے سے کوئی کام پورا نہیں ہوسکتا:۵۱۔

اللہ فرماتے ہیں:

﴿ وَمَا تَشَاؤُونَ إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيماً حَكِيماً. ﴾

اور تم چاہو گے نہیں جب تک اللہ نہ چاہے اور اللہ علم کا بھی مالک ہے حکمت کا بھی مالک۔ (سورہ دہر:۳۰)

(۵) انسان کے ہر کام میں کچھ نہ کچھ اس کا بھی اختیار اور ارادہ ہوتا ہے

عقیدۂ تقدیر سے کسی کو یہ سوال اور ڈر نہیں ہونا چاہیے کہ جب سب کچھ تقدیر کے مطابق اور اللہ کے چاہنے سے ہوتا ہے، تو انسان تو بالکل مجبور ہے، انسان صحیح یا غلط جو بھی کام کرر ہا ہے، وہ کر کے ہی رہے گا، انسان چاہے یا نہ چاہے؟

اور یہ سوال اور خوف اس لیے نہیں ہونا چاہیے؛ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان پر کوئی چیز لازم نہیں کی ہے؛ بلکہ چند چیزوں کے علاوہ ہر کام میں انسان کو بھی اختیار عطا

کیا ہے، انسان اپنے ارادہ اور اختیار سے ہی کوئی کام شروع کرتا ہے؛ البتہ یہ بات ضرور ہے کہ وہ کام اللہ کے چاہنے سے ہی مکمل ہوتا ہے:

اللہ فرماتے ہیں:

﴿لِمَن شَاءَ مِنكُمْ أَن يَسْتَقِيمَ.﴾

تم میں سے ہر اس شخص کے لیے جو سیدھا سیدھا رہنا چاہے۔ (سورہ تکویر: ۲۸)

﴿إِنَّ هَذِهِ تَذْكِرَةٌ فَمَن شَاءَ اتَّخَذَ إِلَى رَبِّهِ سَبِيلاً.﴾

حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک نصیحت کی بات ہے، اب جو چاہے اپنے پروردگار کی طرف جانے والا راستہ اختیار کر لے۔ (سورہ دہر: ۲۹)

﴿وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ.﴾

اور ہم نے اس کو دونوں راستے بتا دیے ہیں۔ (سورہ بلد: ۱۰)

عقیدۂ تقدیر اور ہماری ذمہ داریاں

اسلام کے دیگر امور کی طرح تقدیر کے عقیدہ میں بھی مسلمانوں کے درمیان کافی غلطیاں پائی جاتی ہیں؛ لہذا ضروری ہے کہ ان کو بتایا جائے اور ان غلطیوں کو دور کرنے یا ان سے بچنے کے طریقے کی وضاحت کی جائے؛ چنانچہ نیچے ہم ایسی ہی باتوں کو بیان کر رہے ہیں:

(۱) تقدیر پر بھروسہ کر کے انسان کو کسی کام سے رکنا نہیں چاہیے؛ بلکہ اللہ تعالی نے جن چیزوں کا کرنا ضروری یعنی واجب یا فرض قرار دیا ہے، انھیں کرنے کے لیے اپنی پوری کوشش کرنی چاہیے اور جن چیزوں سے روکا یعنی حرام قرار دیا ہے، ان سے بالکل دور رہنا چاہیے، عجیب بات ہے کہ ایک انسان دنیا حاصل کرنے، دنیا کے کاموں اور ترقی پانے کے لیے ضرورت سے بھی زیادہ کوشش کرتا ہے، لیکن یہی انسان دین کے کاموں میں سستی کرتا ہے اور اس سستی کا الزام تقدیر پر ڈالتا ہے، کہ ہماری تقدیر میں ہی یہ عبادت کرنا نہیں ہے یا اللہ کی توفیق ہوگی تو ضرور کریں گے، جبکہ پیسہ کمانے میں نہ تقدیر کی پرواہ ہوتی اور نہ

اللہ کی توفیق کا انتظار۔

عن عليؓ قال: كان النبي ﷺ في جنازة، فأخذ شيئا فجعل ينكت به الأرض، فقال: مامنكم من أحد إلا وقد كتب مقعده من النار، ومقعده من الجنة، قالوا: يارسول الله، أفلا نتكل على كتابنا، وندع العمل؟ قال: اعملوا فكل ميسر لما خلق له، أما من كان من أهل السعادة فييسر لعمل أهل السعادة، وأما من كان من أهل الشقاء فييسر لعمل أهل الشقاوة، ثم قرأ: ﴿ فَأَمَّا مَن أَعْطَى وَاتَّقَى (5) وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَى (6) فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرَى (7) وَأَمَّا مَن بَخِلَ وَاسْتَغْنَى (8) وَكَذَّبَ بِالْحُسْنَى (9) فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْعُسْرَى(سورة الليل)﴾

حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ ایک جنازہ میں شریک تھے، آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ میں کوئی چیز لی اور زمین پر نشان بنانے لگے پھر فرمایا: تم میں سے ہر ایک کا جنت اور جہنم میں ٹھکانہ لکھا جا چکا ہے، صحابہ نے کہا کہ یا رسول اللہ! تو کیا ہم اپنی تقدیر پر بھروسہ کر کے بیٹھ نہ جائیں اور عمل کرنا چھوڑ دیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا: عمل کرو؛ کیوں کہ ہر ایک کے لیے وہ کام آسان کر دیا گیا ہے، جس کے لیے اسے پیدا کیا گیا ہے: اگر وہ نیک بخت ہے تو نیک بختوں کا عمل اس کے لیے آسان کر دیا گیا ہے اور اگر وہ بد بخت ہے تو بد بختوں کا عمل اس کے لیے آسان کر دیا گیا ہے، پھر آپ ﷺ نے یہ آیتیں تلاوت فرمائیں: اب جس کسی نے (اللہ کے راستہ میں مال) دیا اور تقویٰ اختیار کیا۔ اور سب سے اچھی بات کو دل سے مانا۔ تو ہم اس کو آرام کی منزل تک پہنچنے کی تیاری کرادیں گے۔ رہا وہ شخص جس نے بخل سے کام لیا اور (اللہ سے) بے نیازی اختیار کی۔ اور سب سے اچھی بات کو جھٹلایا۔ تو ہم اس کو تکلیف کی منزل تک

پہنچنے کی تیاری کرادیں گے۔

(صحیح بخاری، باب فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْعُسْرَى، حدیث نمبر: ٤٩٤٩)

عن أبي هريرةؓ قال: قال رسول الله ﷺ: المومن القوي خير وأحب إلى الله من المومن الضعيف، وفي كل خير احرص على ما ينفعك، واستعن بالله ولا تعجز، وإن أصابك شيئ فلا تقل لو أني فعلت كان كذا وكذا؛ ولكن قل: قدر الله وما شاء فعل؛ فإن لو تفتح عمل الشيطان.

ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کمزور مومن کے مقابلہ میں اللہ کے نزدیک طاقت ور مومن بہتر اور پسندیدہ ہے اور ہر بھلائی کے کام میں اس چیز میں دل چسپی لو جو تمہارے لیے فائدہ مند ہو اور اللہ سے مدد مانگو اور بے بس ہو کر مت بیٹھ جاؤ اور اگر کوئی ناگوار بات پیش ہو جائے تو یہ مت کہو کہ اگر میں ایسا کر لیتا تو ایسا ہو جاتا؛ بلکہ یہ کہو کہ یہ اللہ کی تقدیر ہے، اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے؛ کیوں کہ یہ "اگر مگر" شیطان کو کام کرنے (وسوسہ ڈالنے) کا موقع دیتا ہے۔

(صحیح مسلم، باب في الأمر بالقوة وترك العجز ...، حدیث نمبر: ٢٦٦٤)

(۲) اس دنیا میں ہر انسان کو دو زمانوں سے گزرنا ہوتا ہے: ایک خوشی کا زمانہ اور دوسرے غم کا زمانہ؛ لہذا خوشی کے زمانہ میں ہمارے اندر تکبر، غرور اور گھمنڈ نہیں آنا نہیں چاہیے اور غم کے دور میں ہماری ایسی حالت نہیں ہونی چاہیے جیسے اس انسان کی حالت ہوتی ہے جس پر اچانک کوئی مصیبت آتی ہے، وہ بے تحاشہ روتا اور پیٹتا ہے اور زبان سے بھی بہت سی غلط باتیں کہتا ہے، اسی طرح غم کے دور میں زمانہ کو، وقت کو یا اپنی قسمت کو کوسنا نہیں چاہیے؛ کیوں کہ جو بھی مصیبت ہمارے اوپر آئی ہے یہ سب پہلے سے طے تھی اور یہ

سب اللہ کی طرف سے ہے اور اسے ہر حال میں آنا ہی تھا، کوئی اسے ٹال نہیں سکتا:

اللہ فرماتے ہیں:

﴿مَا أَصَابَ مِن مُّصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي أَنفُسِكُمْ إِلَّا فِي كِتَابٍ مِّن قَبْلِ أَن نَّبْرَأَهَا إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ (۲۲) لِكَيْلَا تَأْسَوْا عَلَىٰ مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوا بِمَا آتَاكُمْ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ.﴾

کوئی مصیبت ایسی نہیں ہے جو زمین میں نازل ہوتی یا تمہاری جانوں کو لاحق ہوتی ہو، مگر وہ ایک کتاب میں اس وقت سے درج ہے، جب ہم نے ان جانوں کو پیدا بھی نہیں کیا تھا، یقین جانو یہ بات اللہ کے لیے بہت آسان ہے۔

(سورہ حدید: ۲۲-۲۳)

تقدیر کے بارے میں عقیدے

﴿عقیدہ﴾ کائنات میں جو کچھ اچھا یا برا ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے ہونے سے پہلے ہمیشہ سے جانتا ہے اور اپنے جاننے کے موافق اس کو پیدا کرتا ہے، اسی کا نام ''تقدیر'' ہے اور اس پر ایمان لانا ضروری ہے۔

﴿عقیدہ﴾ یہ یقین رکھے کہ جس چیز کا ہونا اللہ نے لکھ دیا ہے، کوئی اس کو روکنے والا نہیں اور جس کا نہ ہونا لکھ دیا ہے کوئی اس کا کرنے والا نہیں اور وہی ہوتا ہے جو اللہ چاہتا ہے۔

﴿عقیدہ﴾ بری باتوں کے ذریعہ بندہ آزمائش میں ڈالا جاتا ہے اور ان کے پیدا کرنے میں بہت سی مصلحتیں اور راز ہیں، جن کو صرف اللہ جانتا ہے، ہر کوئی نہیں جانتا، اس لیے ان کے پیچھے نہ پڑے۔

﴿عقیدہ﴾ تقدیر کا مسئلہ اگر سمجھ میں نہ آئے تو کھود کرید نہ کرے، بلکہ اپنے آپ کو اس

پر مطمئن کر لے کہ اللہ اور رسول نے اس کو بتلایا ہے اور کھود کرید سے روکا ہے؛ لہٰذا ہم اس کو سچا مانتے اور ایمان لاتے ہیں۔

﴿ عقیدہ ﴾ جب ہر کام اللہ کے لکھنے کے موافق ہی ہوتا ہے تو اسی پر بھروسہ کر کے ضروری تدبیر کو چھوڑنا غلطی ہے اور تدبیر ہی کو سب کچھ سمجھ کر تقدیر کا انکار کرنا بد دینی ہے۔

﴿ عقیدہ ﴾ اللہ تعالیٰ کم ہمتی کو پسند نہیں کرتا، ہر کام کے لیے اس کے ضروری اسباب اختیار کرے اور پوری کوشش کرنا چاہیے، پھر جب کوئی کام نہ ہو پائے تب اسے تقدیر کے حوالہ کر کے مطمئن ہو جائے۔

﴿ عقیدہ ﴾ اپنی پسند کے خلاف کوئی بات پیش آئے تو اس سے پریشان نہ ہو، یوں سوچے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے یہی مقدر فرمایا ہے، وہ ہمارا مالک ہے، ہم کو اس پر راضی رہنا واجب ہے، تقدیر پر ایمان کا یہی تقاضہ ہے۔

یہ کتاب کیا ہے؟

- یہ کتاب ہر گھر اور ہر مسلمان کی ضرورت ہے، اس لیے کہ ایمان کو سیکھنا ہر شخص پر فرض ہے۔
- یہ کتاب عام مسلمانوں کی ضرورت کو سامنے رکھ کر لکھی گئی ہے؛ اس لیے آسان اور عام فہم بنانے کی ہر ممکن کوشش کی گئی ہے۔
- اس کتاب میں ایمان کی حقیقت، حدیث جبریل کی وضاحت اور ایمان کے ضروری عقائد کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔
- اس کتاب میں اللہ پر ایمان، فرشتوں پر ایمان وغیرہ ہر عنوان کے اخیر میں مختصر انداز میں کچھ ضروری عقائد ذکر کیے گئے ہیں؛ تاکہ ان کا یاد رکھنا آسان ہو سکے۔
- ہر گھر میں اس کتاب کی تعلیم اور مذاکرہ مفید ہوگا، جس سے ایمان کو سمجھنے میں مدد ملے گی۔
- بچوں کو ضروری عقائد زبانی یاد کرائے جائیں تو ابتداء سے ہی بچے ایمان کی حقیقت تک پہنچ سکیں گے اور ان کے ایمان میں مضبوطی آئے گی۔
- مدارس اور مسلم اسکولوں میں اس کتاب کو داخل نصاب کیا جا سکتا ہے؛ اس کی تعلیم اور تدریس نئی نسل کے عقائد میں پختگی کا باعث ہوگی۔